لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

رباعیات

حکیم عمر خیّام

مع

تذکرۂ حکیم مرحوم

جن کو

حافظ مولوی جلال الدین صاحب احمد گورنمنٹ پنشنر گجرات پنجاب نے مختلف مآخذ سے

جمع کیا۔ ترتیب دیا اور بڑی محنت سے انکی تصحیح کی۔ اور

بحسن اہتمام

شیخ غلام محمد صاحب ہاشمی وکیل مختار عدالت و مالک اخبار وکیل امرتسر

مطبع روز بازار امرتسر میں طبع ہوئیں

قیمت فی جلد

تذکرہ

مصنف رباعیات عمر خیام

اس نامور اور فاضل حکیم کا اصلی نام غیاث الدین ابو الفتح عمر بن ابراہیم ہے اور خیام تخلص ہے جس کے معنی خیمہ دوز کے ہیں۔ چنانچہ وہ خود لکھتا ہے رباعی

خیام کہ خیمہ ہای حکمت می دوخت — در کورۂ غم فتاد و ناگاہ بسوخت
مقراض اجل طناب عمرش ببرید — دلال قضا برایگانش بفروخت

دیگر

خیام تنت بخیمہ ای ماند راست — سلطان روحست و منزلش دار فناست
فراش اجل ز بہر دیگر منزل — از پا فگند خیمہ کہ سلطان برخاست

خیام کا باپ چادر دوزی کا کام کرتا تھا۔ شاید عمر نے اس خیال سے یا عجز وانکسار کے باعث سے اپنے لیے یہ شاعرانہ نام (خیام) پسند کیا۔ اور یہ کچھ عمر ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ بہتیرے ایرانی شاعروں کے تخلص انکے پیشوں کے لحاظ سے ہیں۔ مثلاً عطار، نجار وغیرہ
عمر گیارہویں صدی کے نصف اخیر میں ملک خراسان کے شہر نیشاپور میں جو اہل فارس کا خطہ یونان اور علم وفضل کی کان مانا گیا ہے پیدا ہوا اور بارہویں صدی کی چوتھائی اول میں رحلت فرمائے عالم جاودانی ہوا۔ اور ایک سو برس سے کچھ زیادہ

مدت تک زندہ رہا۔ عمر کے تذکرہ کے ضمن میں دو اور مشہور و معروف شخصوں کے حالات بھی
بیان کیئے گئے ہیں جو اسی زمانہ اور اسی ملک میں تھے۔ ان تینوں میں سے ایک شخص
ان تینوں کے واقعات کو قلمبند کرتا ہے۔ اس شخص کا نام نامی ابو القاسم نظام الملک
تھا۔ جو طغرل بیگ تاتاری کے بیٹے سلطان الپ ارسلان اور اس کے پوتا ملک شاہ کا
وزیر تھا۔ جس نے سلطان محمود غزنوی کے کمزور اور بے حیثیت جانشین سے ملک ایران
چھین لیا۔ اور سلجوقی خاندان کا بانی ہوا۔ اور آخر الامر یورپ کو صلیبی لڑائیوں پر آمادہ کیا
اس نظام الملک نے اپنے وصیت نامہ میں جو آنے والے مدبرین ملک کے لیئے یادگار کے
طور پر چھوڑا تھا، حسب ذیل واقعات درج کیئے ہیں ۔

حضرت امام موفق رحمتہ اللہ علیہ نیشاپوری۔ اس زمانہ میں سب سے بڑھ کر
صاحب علم اور دانشمند تھے اس وقت کی پبلک میں ان کی پہلے درجہ کی تعظیم و تکریم
تھی۔ ان کی بیش قیمت اور لاثانی عمر پچاسی (۸۵) برس سے بھی کچھ اوپر ہوئی +

اس زمانہ کے عام لوگوں کا امام صاحب موصوف کے بارے میں اعتقاد تھا کہ
ہر ایک بچہ جو آپ سے دینی علوم کا فیض حاصل کریگا وہ یقیناً معزز اور خوش نصیب ہوگا۔
اس لیئے میرے والد بزرگوار نے حکیم حاذق عبد الصمد کی حفاظت اور معیت میں مجھے شہر
طوس سے نیشاپور روانہ کیا۔ تاکہ میں اس پاک امام کی بابرکت تعلیم اور مؤثر تربیت
سے مستفیض اور مستفید ہوں ۔

امام صاحب موصوف مجھے ہمیشہ احسان اور شفقت کی نگاہ سے دیکھتے تھے
اور چونکہ مجھے بھی ان کی شاگردی کی عزت نصیب ہوئی۔ اس لیئے میرے دل میں بھی آپکی

کمال درجہ کی وقعت تھی۔ اس طرح پر پورے چار برس میں نے آپ کی صحبت میں بسر کیئے۔

اوّل ہی اوّل جب میں نیشاپور میں وارد ہوا۔ تو دو اور طالب علم بھی جو میرے ہم عمر تھے اور فطرتاً ذکی اور فہیم اس دارالعلوم میں وارد ہوئے یعنی حکیم عمر خیام اور بد قسمت حسن بن صباح ہم تینوں میں دلی محبت اور یگانگت ہو گئی۔

جب ہمارے استاد امام ہمام رحمۃ اللہ علیہ ہمارے سبق سے فارغ ہوتے تو ہم تینوں اپنے آموختہ سبق کا تکرار کرتے حکیم عمر خیام خاص نیشاپور کا رہنے والا تھا۔ اور حسن بن صباح کا باپ مسمی علی بڑا محنتی اور جفاکش آدمی تھا۔ ہاں اُس کے مذہبی عقاید اچھے نہ تھے۔ بلکہ ایک بدعت پسند آدمی تھا۔ ایک دن حسن بن صباح مجھ سے اور خیام سے یوں مخاطب ہوا

"دنیا کے لوگوں کا یہ عام عقیدہ ہے کہ امام موفق کے شاگرد بڑے صاحب نصیب ہوتے ہیں۔ پس اگر ہم تینوں ایسے خوش قسمت نہیں بھی ہوئے تو بھی بیشک کوئی ایک تو ہم میں ایسا نکل ہی آوے گا۔ پھر اگر ہم میں سے کسی ایک پر خدا ایسا فضل لاوے تو ہمیں آپس میں کیا عہد و پیمان کرنا چاہیئے آؤ ہم آپس میں حلف اٹھائیں کہ جو شخص ہم میں سے صاحب نصیب نکلے۔ وہ باقی دونوں ساتھیوں کا بھی حصہ کرے اور تنہا خوری کو عمل میں نہ لاوے۔ ہم دونوں یعنی نظام الملک اور عمر خیام نے جواب دیا کہ واقعی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ اور مذکورہ بالا شرط پر ہمارے درمیان یہ معاہدہ ہو گیا"

اس پر ایک مدت مدید اور عرصہ بعید گذر گیا۔ میں خراسان سے طرنس اکسیانا کو چلا گیا پھر غزنی اور کابل کی سیر کی۔ اور جب میں وہاں سے لوٹ کر آیا تو سلطان الپ ارسلان کے سایہ

میں مجھے وزیر الملک کا عہدہ عطا ہوا اور میں انتظام ملک میں مصروف ہوا ۔

حسن بن صباح میرے پاس آیا اور اس وعدۂ دیرینہ کا ایفا چاہا، چنانچہ حسن کی درخواست اور میری سفارش پر بادشاہ نے ایک جلیل القدر عہدہ حسن کو عطا کیا، لیکن حسن نے اس پر قناعت نہ کی، اور دربار شاہی کے برخلاف ایک سازش میں شریک ہوا، اور مجھے شکست دینے کے لئے ایک نابکار حرکت کی مگر ناکام رہا، اور اُلٹا آپ ہی بے عزت ہو کر عہدہ کو سے الگ کیا گیا۔ اور بہت سی آوارہ گردیوں اور تکلیفوں کے بعد اسماعیلیہ فرقہ میں داخل ہو کر فرقہ باطنیہ کا امام ہوا۔ یہ وہی فرقہ ہے، جو حشیشین کے نام سے نامزد ہے، اور جس نے حسن بن صباح کی راہ نمائی اور مستقل مزاجی سے بڑی بڑی ترقیاں کیں ۔

سنہ ۱۰۹۰ء میں اس نے قلعہ الموت پر جو کہ صوبہ رودبار اور بحیرۂ کیسپین کے جنوبی سلسلہ کوہ میں واقع ہے بڑی چالاکی اور فریب سے قبضہ کر لیا۔ یہ وہی پہاڑوں کا سلسلہ ہے جن میں اس نے صلیبی مجاہدین میں بدرجۂ کمال ناموری حاصل کی، شیخ الجبل کا خطاب پایا۔ اور اسلامی دنیا کو سخت خطرہ میں ڈال دیا ۔

حشیشین کا لفظ حشیش سے نکلا ہے یہ ایک قسم کی نشہ آور بوٹی ہوا کرتی ہے جسے ہندی زبان میں بھنگ بولتے ہیں، اور جس کو صاف و شفاف اور نفیس شربتوں میں ملا کر اس فرقہ کے فدائیوں کو پلا کر بڑے دیوانے بنا لیتے تھے، اور ان کو جعلی بہشت اور سبز باغ دکھلا کر ان سے اپنے مخالفین کی گردنیں اُڑواتے تھے۔ اس ہولناک فرقہ کے فدائیوں کی غضبناک تلواروں کے مقتولوں میں سے نظام الملک مذکور بھی تھا۔ جو حسن مذکور کا مُربی و محسن، اور پرانا ہم جماعت تھا

ایک مدت کے بعد عمر خیام بھی وزیر موصوف (اپنے کلاس فیلو) پرانے ہم جماعت

کے پاس قسمت آزمائی کے لئے حاضر ہوا۔ مگر وہ کسی شاہی جلیل القدر عہدہ، پولیٹکل حیثیت
درباری خطاب یا منصب کا طالب نہ ہوا، بلکہ اُس نے بڑے سے بڑے عطیہ، اور مرحمت خسروانہ
کی جو التجا کی، تو وہ صرف یہی تھی ۔ کہ

"آپ مجھے اپنی دولت اور نعمت کے سایہ تلے ایک چھوٹا سا جھونپڑا عنایت
کریں جس میں رہ کر لوگوں میں علم کی روشنی پھیلاؤں، اور اس کے شکریہ
میں ہمیشہ آپ کے مال و جان کو دعائیں دیا کروں گا"

وزیر الملک کا بیان ہے کہ جب میں نے عمر کو اپنے اس ارادے پر ثابت قدم پایا تو پھر کسی ملکی عہدے
کے قبول کرنے پر اس کو مجبور نہ کیا اور بارہ سو اشرفی سالانہ نیشاپور کے خزانے سے اس کے
لئے وظیفہ مقرر کر دیا۔ اور اس طرح کے گزارہ پر عمر خیام نے ہر ایک قسم کے علوم میں ترقی کی اور ہیئت
کے علم میں خود بڑی مشہوری حاصل کی ۔

ملک شاہ کے عہد سلطنت میں وہ مرو میں بھی وارد ہوا۔ جہاں پر اس کے علم
و فضل کی بدرجہ غایت قدر و منزلت ہوئی اور بادشاہ مذکور نے اس کو بڑے سے بڑے انعام
و اکرام سے نہال اور مالا مال کر دیا۔

جب سلطان ملک شاہ نے تقویم ملک کی اصلاح کا ارادہ کیا۔ اور اس کام کے واسطے
بڑے بڑے اکابر منتخب کئے۔ تو عمر خیام بھی ان آٹھ فاضلوں میں سے تھا جو اس کام پر لگائے
گئے تھے۔ اس کام کا نتیجہ سنہ جلالی تھا۔ اور جلالی کا لفظ جلال الدین کی طرف منسوب ہے
جو ایک بادشاہ کا نام تھا۔ گبن کا قول ہے کہ یہ ایک زمانہ کا شمار تھا۔ جو قیصر جولیس کی تقویم
پر بھی فوقیت رکھتا تھا ۔

عمر خیام اپنے زمانہ کا فاضل اجل ہونے ہر ایک قسم کے علوم یونانی میں عموماً اور علم فلسفہ اور نجوم میں خاص کر استاد کامل ہونے کے علاوہ تنقیحات علم ہیئت زیچ کا بھی مصنف ہے۔ اور اہل فرانس نے اس کے ایک عربی رسالہ کا جو جبر و مقابلہ پر ہے ترجمہ کر کے چھپوایا ہے۔ اس قسم کے علمی اشغال میں اپنی حیات مستعار کے ایام بسر کر کے سنہ ۱۱۲۳ء مطابق سنہ ۵۱۷ھ شہر نیشاپور میں اس نے وفات پائی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

خواجہ نظامی سمرقندی جو اس کے شاگردوں میں سے تھا۔ اس کے مزار کے متعلق اس طرح پر رقمطراز ہے۔ حکایت مجھے عموماً نیشاپور کے ایک سہادے باغ میں اپنے استاذ عمر خیام سے قیل و قال کا موقع ملا کرتا تھا۔ اثنائے کلام میں ایک دن آپ نے فرمایا۔

"میری قبر ایسی جگہ ہوگی کہ باد شمال اس پر گل افشانی کیا کرے گی"

میں نے بظاہر آپ کے ان الفاظ پر تعجب کیا۔ مگر میں خوب جانتا تھا۔ کہ یہ الفاظ یونہی رائیگان نہیں جانے کے۔ چند برسوں کے بعد جو مجھے پھر نیشاپور میں جانے کا اتفاق پڑا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ یہ مزار ایک باغ کے باہر واقع ہے۔ اور درختوں کی میوہ جات سے لدی ہوئی شاخیں دیوار باغ پر سے ہو کر مزار مذکور پر جھکی پڑی ہیں۔ اور اس پر گل افشانی کر رہی ہیں۔ یہاں تک کہ لوح مزار ان کے نیچے چھپا ہوا تھا۔ اور ان دو رباعیات کا مطلب پورا ہوا جس کو استاد مرحوم پڑھا کرتا تھا۔

رباعی

چون ابر بہ نوروز رخ لالہ بشست
برخیز و بجام بادہ کن عزم درست
این سبزہ کہ امروز تماشاگہ ماست
فردا ہمہ از خاک تو برخواہد رست

دیگر

اے دل چو زمانہ میکند غمناکت — تاگہ برود ز تن روان پاکت
بر سبزہ نشین و خوش بزی روزے چند — زان پیش کہ سبزہ بردمد از خاکت

حضرت سعدی علیہ الرحمۃ بھی ایساہی فرماتے ہین۔ **قطعہ**

آہ ہر گاہ کہ سبزہ در بستان — بدمیدے چہ خوش شدے دل من
بگذر اے دوست تا بوقت بہار — سبزہ بینی دمیدہ بر گل من

لارڈ کرزن سابق وایسرائے ہند کے سفرنامہ ایران کا ترجمہ جو جناب مولوی ظفر علی خان صاحب نے کیا ہے۔ اُس مین جو لارڈ موصوف نے عمر خیام کے مقبرہ کے باب مین تحریر کیا ہے اس کو نہایت حسرت اور یاس کے ساتھ اس موقعہ پر درج کیا جاتا ہے افسوس ہے کہ ایران کے مسلمان بھی ایسی غم زدہ حالت مین ہین جیسے ہم ہندوستانی مسلمان۔ لارڈ موصوف یون رقمطراز ہین۔

مقبرۂ عمر خیام بہت سے اہل مغرب ناظرین نشاپور کو صرف اس امر سے پہچانتے ہونگے کہ یہ ایران کے اُس ہئیت دان نامی گرامی شاعر عمر خیام کی آرامگاہ ہے جس کا نام اور جس کا کلام موجودہ نسل کو فٹز جیرلڈ کے بے نظیر ترجمہ اور اُس سے کمتر درجہ کے بہت سے شاعرون کے مطابق اصل و تصرف آمیز تراجم کے ذریعہ سے اچھی طرح معلوم ہوگیا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اصحاب ثانی الذکر مین سے کسی ایک کی تصنیف کے دیباچہ مین مین نے یہ منکسرانہ درخواست لکھی ہوئی دیکھی تھی کہ :-

”کاش کوئی شخص میری اس کتاب کو نشاپور مین لیجا کر عمر خیام کے مقبرہ پر نذر چڑھاوے“

اگر میرے پاس یہ کتاب موجود ہوتی تو یقیناً میں نے راقم کی درخواست کی تعمیل کی ہوتی
اور جس وقت میں نے اپنا عمر بھر کا سامان علمی لوٹ دیا تھا اسی وقت شاید یہ قیمتی کتاب
کو بھی نذر چڑھا دیا۔ اگرچہ مجھے خوف ہے کہ اگر عمر خیام کی قبر کی تباہ اور ردی حالت کو اس کے
انگریزی معترفین دیکھتے تو انہیں سخت صدمہ پہنچتا۔ یہ قبر ایک ویران سے باغ میں ہے جس
میں کبھی پھولوں کی کیاریاں اور پانی کی نہریں تھیں۔ مگر اب سوائے خس و خاشاک کے اور کچھ
نہیں رہا۔ قبر پر کوئی کتبہ نہیں ہے جس سے شاعر کے نام یا شہرت کا پتہ چل سکے۔ اور
مقامِ افسوس ہے کہ آج کل کے ایرانی عمر خیام کی مشت خاک کی طرف سے ویسے ہی بے پروا
ہیں جیسے انیسویں صدی کے اہل لنڈن لیتھو ہریز یا ولیم آف مالمس بری کی خاک کی طرف تھے
قطب حبیب اللہ صاحب اپنے دیباچہ انگریزی ترجمہ رباعیات عمر خیام میں یہ خیالات لکھتے
ہیں۔ افسوس ہے کہ ان میں سے بعض خیالات کے ساتھ ہمارے دوستوں کا اتفاق رائے
نہیں ہے۔ بہرحال ان میں سے بھی چند ایک لکھتے ہیں۔ اور ان پر اظہار رائے کرتے ہیں۔
وہ فرماتے ہیں :-

"باوجود اس امر کے کہ عنایات سلطانی عمر خیام پر بے پایاں سے زیادہ ہو رہی تھیں پھر بھی اس کے
خیالات اور زبان کی شوخی پسند طبیعت نے اس کو اپنے زمانہ اور ملک کی ملامتوں کا ہدف
بنا دیا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ صوفی لوگ خاص طور پر اس سے متنفر اور ترساں تھے۔ اس لئے
کہ وہ ان کے طریقہ کی تضحیک کرتا تھا۔ حالانکہ ان کے مذہب میں سے اگر تصوف اور اسلام کے
چند خود ساختہ اصول الگ کر دیے جائیں تو عمر خیام کے مذہب میں اور ان کے مذہب کا کچھ خفیف سا
تفاوت باقی رہ جاتا ہے۔ فردوسی کے سوا باقی ایران کے بیشمار صوفی مشرب شعراء جن میں

حافظ شیرازی بھی شامل ہے - زیادہ تر عمر خیام کے خیالات کے ہی خوشہ چین ہیں - اگرچہ
اُن خیالات کو وہ صوفیانہ رنگ دیکر اپنے اور سامعین کے مذاق کے مطابق بنا دکھلاتے ہیں
علاوہ بریں ان مذکورہ بالا شعرا کے زمانہ کے لوگ زود اعتقاد بھی تھے - یعنی جس طرح پر کسی بات
پر جلد شک کرنے لگتے تھے - ویسی ہی سرعت کے ساتھ اُس پر یقین بھی کر لیتے تھے - اُن
کی روحانی اور جسمانی حسیّں بہت تیز تھیں - اور وہ اِس قسم کے مبہم اشعار کو بہت پسند
کرتے تھے جن سے ان کو اِس دنیا کے کاموں کا بھی لطف آوے - اور آئندہ دنیا کے
خیالات سے بھی حظ اٹھاویں -

عمر خیام کے خیالات اس قسم کی ریاکاری سے کچھ مناسبت نہ رکھتے تھے - پس خدا کی
ہستی کے دریافت سے ناکامیاب ہو کر اُس نے قسمت کو ہی خالق جانا اور آخرت سے
انکار کر کے اِس دنیا پر ہی یقین کیا [1]

---

[1] خدا کی ہستی کے دریافت سے اگر خیام ناکام رہتا - تو خداوند تعالیٰ کی پاک ذات کو اپنی پیش قسمت اور
لاثانی العلم میں یوں بھی الہیبہ اور عالم الغیب نہ از رضا جس طرح پر ان رباعیات سے ظاہر ہوتا ہے"

رباعی

در دیدۂ تنگ [illegible] از تو	در پائے ضعیف [illegible] از تو
[illegible]	ہر صفحہ کہ [illegible] از تو

دیگر

کس را پس پردۂ قضا راہ نشد	ز سر خدا ہیچ کس آگاہ نشد
ہر کس ز سر قیاس چیزی گفتند	معلوم نگشت و قصہ کوتاہ نشد

خیام خداوند تعالیٰ کو ہی اپنا مالک حقیقی یقین کرتا ہے - اور اگر وہ ایسا نہ کرتا - تو ایسی دردناک بے بسی ظاہر نہ ہوتی

اِس لئے اُس نے روح کو موجودہ اشیاء پر قناعت کرنے سے ہی خوش ہونا بہ نسبت آخرت
کی موہوم پیچیدگیوں کے بہتر سمجھا۔ اِس امر کا تو اوپر ذکر ہو ہی چکا ہے کہ اُس کی دنیاوی تمنا
کچھ بہت بڑی نہ تھی۔

معلوم ہوتا ہے کہ بمقابلہ روحانی خوشیوں کے حسّی خوشیوں کی تعریف یا تو مذاق سے
کرتا ہے۔ یا مجبور ہو کر روحانیت کی تعریف میں اُسے زیادہ خوشی حاصل ہوتی ہے۔

بقیہ حاشیہ پڑھنے سننے سے انسان عالم وجد میں آجاتا ہے۔ اس کے دل و دماغ۔ اور زبانِ قلم سے
نکلتا ہیں۔ مگر یہ باتیں صرف کسی کے بتانے ہوئے الفاظ ترجمہ کر لینے سے کہاں حاصل ہو سکتی ہیں۔ جب تک
اصل زبان سے واقفیت نہ ہو۔ اور شاعر کے کلام کو خود بذاتہ غور و فکر سے مطالعہ نہ کیا ہو۔ ایک عقلمند انسان
غور کر سکتا ہے کہ ایک ایسا شخص جو (۱) مسلمانوں کے خاندان میں پیدا ہوا (۲) مسلمان پیدا ہوا (۳)
اُس کا شفیق اور راسخ اُستاد مسلمان تھا۔ اور مسلمان ہی کیسا۔ امام وقت اور سرا مد روزگار جس کے فیض تعلیم
سے اُس زمانہ کے لوگ برکت ڈھونڈتے ہوں (۴) ایسے استاد سے اُس نے تعلیم پائی ہوا اور (۵) اُس کے
ہمجماعت دنیا میں عالم اعتقاد و دانش کہنے والے مسلمان ہوں۔ پھر اُس کے مسلمان ہونے کے تائید اس کے
خاص کلام سے بھی ہوتی ہے۔ تو بھی ہم اُس کے مسلمان ہونے کے ثبوت میں اسکے تمام شاعرانہ کلام سے
قطع نظر کر کے خاص مناجاتی حصہ کی چند رباعیات اِس مقام پر لکھتے ہیں۔ جن سے وہ اپنے اُٹھتے دنوں
میں نفس لوامہ کی ملامت سے اپنی گذشتہ زندگی پر ایک نظر ڈالتا ہے۔ اور اپنی فروگذاشتوں غلط رفتاریوں سے
نادم ہو کر اُن کے روحانی نتائج سے محفوظ رہنے کے لئے اُس علیم و قدیر۔ اکمل و اعلیٰ حاکم کی طرف
خلوص دل سے دعا مانگتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

رباعیات

بکشائے درے کہ در گشائندہ توئی من دست بہ ہیچ دستگیرے ندہم	(۱)	بنمائے رہے کہ راہ نمائندہ توئی کایشان ہمہ فانی اند و پائندہ توئی
یارب بکشائے بمن از رزق درے از بادہ چنان مست نگہدار مرا	(۲)	بے منت مخلوق رسان ماحضرے کز بے خبری نباشدم درد سرے

اگرچہ سمجھہ اُس کے اور عوام کے اُن سوالات کا پورا پورا جواب نہین دیسکتی جن کے ساتھ
سب لوگون کا اتفاق ہے خواہ کسی وجہ سے ہو۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے عمر خیام اپنے ملک
مین کبھی ہر دل عزیز نہین ہوا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسکی تصانیف دنیا مین کم شائع
ہوئین۔ اسکی نظمون کے مسودے متواتر قلمی نقلین ہونے کی وجہ سے مشرقی ملکون مین اتنے
کم ہو گئے کہ باوصف ملکی فتوحات اور حکومت کے مغرب مین گویا پہنچے ہی نہین۔ تمت کلامہ

(۳)

یا رب بکرم بر من و گناہ درویش ببخش
هر جرم که رفت حسنة لله ببخش
از باد هوا آتش کین را مفروز
مارا بدر خاک رسول الله بخش

(۴)

گر من گنه بروے زمین کردستم
عفو تو امید است که گیرد دستم
گفتی که بروز عجز دستت گیرم
عاجزتر ازین مخواه که اکنون هستم

(۵)

گر گوهر طاعتت نسفتم هرگز
ور گرد رهت ز رخ نرفتم هرگز
نومید نیم ز بارگاه کرمت
دانی که یکی را دو نگفتم هرگز

(۶)

با نفس همیشه در نبردم چه کنم
وز کردهٔ خویشتن بدردم چه کنم
گیرم که ز من درگذرانی بکرم
زین شرم که دیدی که چه کردم چه کنم

(۷)

یارب اگر گناه بیحد کردم
بر جان و جوانی و تن خود کردم
چون بر کرمت وثوق کلی دارم
برگشتم و توبه کردم و بد کردم

(۸)

بر سینهٔ غم پذیر من رحمت کن
بر جان و دل اسیر من رحمت کن
بر پائے خرابات روِ من بخشا
بر دست پیاله گیر من رحمت کن

سکے لیے ایک اور قوم نے ماتمی لباس پہنے - دل گداز اور جگر سوز مرثیے لکھے - بڑی بڑی خطاب دیئے - مگر اپنی زندگی میں انہوں نے خیام کی بھی قدر و قیمت نہ پائی - سچ ہے قدر شاعر بعد از مرگ شاعر شود

نگردد شہرہ ہیچ شاعر تا بیان در تنعم باشد	کہ بعد از مرگ آید نافہ بیرون از دل آہو را

اگر سچ پوچھو تو ایسے لوگ کہاں مرتے ہیں - جو اس قسم کے عالی شان کارنامے آئندہ نسلوں کے لئے دنیا میں چھوڑ جاتے ہیں - حافظ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق	ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

کاش کہ آج عمر خیام صفحہ ہستی پر نمودار ہو کر اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور اپنے کانوں سے سنتا کہ ہر ایک طبقہ کے لوگ کتنے ہی اور کیا کیا شہرہ فضلاء کے عمدہ اخباروں کے جادو نگار ایڈیٹر اور ان کے لائق فائق نامہ نگار ہر مہینہ اس کے بابت میں کیا کچھ لکھ رہے ہیں اور کیا کیا اس کے مقولوں کو کس ذوق و شوق سے پڑھتی اور سنتی اور ان کی قدر و منزلت کرتی ہے اور ایسے با عزت بڑے بڑے اہل یورپ جو ہر ایک ہنر و فن کی قدر کرنے والے ہیں - انہوں نے خیام کے کارناموں کو اس عزت اور تعظیم کے ساتھ اپنے سر اور آنکھوں پر رکھا ہے - اور اس کی تصانیف کے زندہ کر دینے میں وہ وہ اہتمام کئے ہیں جو خود بذاتہ خیام کے خواب و خیال میں بھی نہ تھے -

مگر خیام تو شان و شوکت اور ظاہری نمود سے سینکڑوں کوس بھاگتا تھا اور اس قسم کی ظاہری ناموری کی بیخ کنی چاہتا تھا - جیسا کہ وہ اس رباعی میں ظاہر کرتا ہے رباعی

در راہ چنان رو کہ سلامت نکنند	با خلق چنان زی کہ قیامت نکنند

در مسجد اگر روی چنان رو کہ ترا		در پیش نخوانند و امامت نکنند

اگر وہ جبّہ و دستار وغیرہ سے آراستہ ہو کر اپنے گلے میں گدوڑ ڈالتا۔ اور تسبیح ہزار دانہ سے کام لیتا۔ اور اپنے فلاسفانہ کاشنس کو اہنت کی راہ و رسم سے لوگوں کو اپنی طرف بُلاتا تو خدا جانے کس قدر خلقت اُس کے پیچھے ہو لیتی اس لئے کہ دُنیا بھیڑ چال ہے مگر قدرتی طور پر اُس کو ان باتوں سے نفرت تھی۔ وہ ایک دو رباعیوں میں یوں نصیحت کرتا ہے

رباعی

پندے دہمت اگر بمن داری گوش		از بہر خدا جامۂ تزویر مپوش
عقبیٰ ہمہ روزہ است و دنیا یکدم		از بہر دمے ملک ابد را مفروش

دیگر

یک جرعہ مے ز ملک کاؤس بہ است		وز تخت قباد و ملکت طوس بہ است
ہر نالہ کہ رندے بسحر گاہ زند		از طاعت زاہدان سالوس بہ است

خیام کی رباعیات کے کم قبول ہونے کی ایک تو یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ جن خیالات کا وہ اپنے زمانہ میں موجد تھا اُن کے سمجھنے والے لوگ شاذ و نادر ہی تھے اس لئے کہ وہ سبز دماغ اور عالی خیال شخص تھا۔ اور علمی خیالات کے انسانوں کا یہ قاعدہ ہے کہ جو شخص اُن سے بڑھ کر قدم رکھے فوراً اُس سے متنفر اور کنارہ ہو جاتے ہیں۔ مافوق شہرت کی شہرت کا یہ باعث ہوا کہ عمر خیام کے خیالات کو اُس نے مذہبی رنگ اور تصوف کے لباس میں رنگ دیا۔ اور بموجب قول فٹز جیرلڈ یہ بات عمر خیام کے نصیب نہ ہوئی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مختلف قلمی نسخے جو مختلف کتب خانوں میں بے ترتیبا اور

نامکمل ہونے کی حالت مین موجود ہین - تو یہ رباعیات مختلف مذاق کا مجموعہ ہین اس لیئے
ہر ایک مذاق کے اہل علم لوگون نے اس مجموعہ سے اپنے مطلب اور مذاق کے مطابق رباعیات
منتخب کر لین جن کو انھون نے علیحدہ علیحدہ کتابون کی شکلون مین رکھ لیا کسی نسخہ مین وہی
رباعیات ہین جن کا بادہ نوشی سے ربط ہے کسی مین وہی جو دنیا کی عیش و عشرت سے تعلق
رکھتی ہین کسی مین از قبیل کہ دنیا غدار اور بے ثبات ہے کسی مین کوزہ نامہ کسی مین
ساقی نامہ وغیرہ وغیرہ -

یہی باعث ہے کہ فٹز جیرلڈ صاحب نے چہانٹ چہانٹ کر صرف پچھتر رباعیات کا
ترجمہ کر کے ایک علیحدہ نسخہ تیار کیا ہے - صاحب موصوف کا خیال ہے کہ در اصل رباعیات
کی تعداد اسی قدر ہے - اور باقی رباعیات پھیر پھار کر یا الفاظ دیگر انھین ۷۵ کا ہی
اعادہ ہے سبحان اللہ صاحب موصوف کی کیا ہی سخن فہمی ہے - اگر بد نصیبی سے کسی
کے ہاتھ یہی نسخہ آجاوے گا تو وہ عمر خیام کے فضل و کمال کا کیا اعتراف یا اندازہ کرے گا -
حالانکہ اصل رباعیات ایک ہزار کے لگ بھگ ہین - پس کیا ہی عمدہ مقولہ ہے ہمارے
پیارے عمر خیام کا جس کو ایک رباعی کی شکل مین بیان کرتا ہے رباعی

دستار ندانستہ پیش تحسین مکن
چیزے کہ نخواندہ تو تفسیر مکن
گر بہر طریقت از تو معنی طلبد
از دیدہ بکن روا شتاب از بہر سخن

اس مین شک نہین کہ ایک ایک مضمون کو کئی ایک رباعیات مین مختلف پیرایون مین ادا
کیا گیا ہے - مگر پیرایہ بدلنا اور نقش عبارت بھی تو کوئی چیز ہے اور صنائع بدائع لفظی
و معنوی بھی تو کوئی شے ہے لیکن یہ باتین اصل زبان فارسی کے عالمون سے علاقہ رکھتی ہین...

اور غیر زبان والے اس لطف کو کہاں حظ اٹھا سکتے ہیں۔ اور اگر سچ پوچھا جائے
تو کسی فصیح و بلیغ نظم کو غیر زبان میں ترجمہ کرنے سے اس کا لطف باقی کب رہ جاتا ہے بہرحال
ہم اس حصہ کلام کو یہیں چھوڑتے ہیں۔ اور خیام کے جواہرات کے خزانہ کا رخ لیتے ہیں۔
عمر خیام علم حکمت میں اپنے زمانہ کا یکتا اور لاثانی مانا گیا ہے۔ آپ کے کلام فیض
التیام سے سامعین کا دماغ مثل گلشن معطر ہوتا ہے۔ رباعی کے فن میں وہ ایسا استاد
کامل ہے کہ اپنا آپ ہی لاثانی ہے۔ سہولت الفاظ، سادگی کلام اور زبان کی فصاحت کے
ساتھ ہی اس کی ایک ایک رباعی میں دنیا بھر کے ہزاروں تجربے اور نتائج بھرے
پڑے ہیں۔ اس کی بعض رباعیات قرآن مجید کی آیات کا ایک طرح سے ترجمہ معلوم ہوتا ہے جو
نہایت لطیف پیرایہ میں ادا کی گئی ہیں۔ قرآن مجید میں ہم کو حکم ہوتا ہے

ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ [۱]

خیام اسی آیت کے موافق یوں لکھتا ہے۔ رباعی

با دشمن و دوست فعل نیکو نیکوست	بد کے کند آنکہ نیکی اش عادت و خوست
با دوست چو بد کنی شود دشمن تو	با دشمن اگر نیک کنی گردد دوست

اسی مضمون کو پیرایہ بدل کر یوں بیان کرتا ہے۔ رباعی

بیگانہ اگر وفا کند خویش من است	ور خویش جفا کند بد اندیش من است
گر زہر موافقت کند تریاق است	ور نوش مخالفت کند نیش من است

[۱] ترجمہ۔ پس ہٹا دیا کر اس خصلت سے کہ بہتر ہے یعنی اگر کوئی سخت کلام کرے تو تو اس سے اچھا معاملہ کرے تو تو دیکھے
کہ جس میں اور تجھ میں سے دشمنی ہو ایسا کرنے سے تیرا دشمن ایسا ہو جاوے گا کہ گویا تیرا دلی دوست ہے ۱۲

قرآن مجید میں ہم پڑھتے ہیں۔ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا[51] الآیہ خیام اس آیت کے مطلب کا گل و بلبل کے مکالمہ میں اس طرح اظہار کرتا ہے۔ رباعی

گل گفت بہ از لقائے من روئے نیست	چندین ستم گلاب گر بارے چیست
بلبل بزبان حال با او می گفت	یک روز کہ خندید کہ سالے نگریست؟

تمام تصوف کا لب لباب صرف ایک آیت قرآن میں آگیا ہے۔ یعنی قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى[52] اور سورۂ یوسف میں امراۃ العزیز کی زبان سے یوں ادا ہوا ہے۔ وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ[53] پس نفس امارہ کا رام کر لینا ہی فوز عظیم ہے۔ اور اسی کی سرکشی سے سب جھگڑے اور بکھیڑے ہیں۔ مولوی معنوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

نفس اژدرہاست این کے مردہ است   از غم بے آلتی افسردہ است

خیام اس مضمون کو ایک رباعی میں یوں ادا کرتا ہے۔ رباعی

نفست بسگ خانہ ہمی ماندراست	جز بانگ میان تہی ازو ہیچ نخاست
روبہ صفت است خواب خرگوشش دہ	آشوب پلنگ وار و گرگ وغاست

ایک پرانی کہانی ضرب المثل ہو رہی ہے کہ ایک دن خیام نے عالم سکر میں یہ رباعی کہی۔

---

[51] چاہئے کہ تھوڑا ہنسیں اور بہت روئیں۔

[52] جس شخص نے اپنے نفس کو پاکیزہ کیا۔ بے شک اس نے دونوں جہانوں میں فلاح پائی۔

[53] اور میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتی۔ بیشک نفس البتہ فریب دینے والا ہے برائی پر۔ مگر اس وقت کہ میرا پروردگار مہربانی کرے۔ بیشک میرا پروردگار بخشنے والا ہے۔ مہربانی کرنے والا۔

رباعی

ابریق مئے مرا شکستی ربّی	برمن درِ عیش را ببستی ربّی
برخاک بریختی مئے ناب مرا	خاکم بدہن مگر تو مستی ربّی

اس رباعی کے کہتے ہی خیام کے تمام چہرہ کا رنگ سیاہ ہوگیا - اور محفل کے جلیس انیس سب کے سب چلتے پھرتے نظر آئے خیام نے آئینہ مانگا جب اپنی شکل کو دگرگون دیکھا تو ہنس دیا اور حسب ذیل رباعی کہی

رباعی

ناکردہ گناہ در جہان کیست بگو	آن کس کہ گنہ نکرد چون زیست بگو
من بد کنم و تو بد مکافات دہی	پس فرق میان من و تو چیست بگو

کہتے ہیں کہ اس رباعی کے کہنے سے فوراً اُس کی صورت درخشندہ ہوئی - اور چہرہ سورج کی طرح چمکنے لگا - اور خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا - واللہ اعلم بالصواب

پہلی رباعی کے باعث چہرہ کا رنگ سیاہ ہونے میں اگر کسی کو شک ہو تو یہی دل کے سیاہ ہونے میں تو کچھ شبہ وکلام نہیں ہوسکتا - خدا پاک کے حضور میں نہایت گستاخی اور بیباکی سے "مستی ربی" کہنا سراسر سیاہ دلی نہیں تو اور کیا ہے - مگر دوسری رباعی میں جو نہایت عجز و الحاح سے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا گیا ہے تو وہ پاک ذات جسکی رحمت بہانہ طلب ہے بمصداق آیت کریمہ

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ	اے پیغمبر میری طرف سے میرے بندوں کو کہدے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اے میرے وہ بندو جو اپنی جانوں پہ زیادتی کر بیٹھے ہو تم خدا کی رحمتوں سے مایوس نہ ہو جاؤ

بیشک اللہ بخشتا ہے سب کے سب گناہ بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔	اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْم (زمر ۵۳)

ہم روسیاہون کے گناہون کو اپنے خلقِ کریم رحمتِ عظیم اور شفقتِ عمیم سے معاف کر دے تو اس کے آگے کیا مشکل ہے ؂

دولت دنیا

یہ دولتِ دُنیا یا زر کچھ ایسی ساحرہ اور دل فریب معشوقہ واقعہ ہوئی ہے کہ اس کے حصول کیلئے کچھ اس زمانہ کے لوگ ہی ہاتھ پاؤن نہین مارتے بلکہ ہر زمانہ مین ایسی ہی کشمکش چلی جاتی ہے جس طرح پر کہ رندانِ مدہوش اور مفلسانِ بلانوش کو مرغوب ہے۔ ویسی ہی پارسایانِ خموش اور اہلِ دینِ حق نیوش کو مطلوب ہے۔ کوئی کام عام اس سے کہ دین کا ہو یا دُنیا کا بغیر اس کے چلنا محال بلکہ جنجال ہے پس عالی دماغ خیام اس مضمون کو یون رقم کرتا ہے۔

رباعی

گوئند کہ مرد را ہنر مے باید
با نسبتِ عالی پدر مے باید
امروز چنان شدست در نوبتِ ما
کانجا ہمہ ہیچ زر مے باید

دیگر

سیم ارچہ نہ مایۂ خردمند است
بے سیمان را بلغ جہان زندان است
از دستِ تہی بنفشہ سر بزانوست
در کیسۂ زر دہانِ گل خندان است

محنت

مگر وہی دولت و مال خوشگوار ہے جو اپنے دس ناخنون کی کمائی سے حاصل کیا جاوے

اور ناجائز وسائل سے اپنے دل و اعضا کو میلا اور آلودہ نکیا جاوے - اور اگر ایسا مال مزکی تلاش کیا جاوے تو بجز محنت اور مشقت کے حاصل نہیں ہوتا - اگر اپنے ہاتھ پانو کو اپاہجون کی طرح بیکار چھوڑکر بیٹھے ہین اور پھر ایسی تمنا بھی دل مین رکھین - تو

این خیالست و محالست و جنون

خیام ایسے مال کے حاصل کرنے کی طرف یون اشارہ کرتا ہے رباعی

در دہر کسے بگل عذارے نرسید — تا بر دلش از زمانہ خارے نرسید
در شانہ نگر کہ تا بصد شاخ نشد — دستش بسر زلف نگارے نرسید

خیرات کی روٹیان

اور اگر محنت و مزدوری سے گریز اختیار کر کر خیرات کی روٹیون پر ہی اپنی زندگی کا دار و مدار رکھا جاوے - جیسا کہ آج کل کے کئی ایک ملاؤن - پیرزادون اور مدعیان زہد و تقوی کا شیوہ ہو رہا ہے - تو اس سے نہ صرف ملک اور قوم کو ہی صدمہ پہنچتا ہے بلکہ ایسے لوگون کی خود بھی پرلے درجہ کی تباہی ہے - اس مطلب کو خیام نے یون باندہا ہے

رباعی

از لقمۂ فقر - ہر کہ پرورد جسد — روباہ شود - اگرچہ بود است اسد
گر بے غرضی من مصدق داری — خاصیت نان وقف بکل ہست جسد

اس مضمون کو جس پیرایہ مین حضرت مولوی معنوی قدس سرہ العزیز نے ادا کیا ہے گویا وہ اس رباعی کی تفصیل ہے مولانا روم

لقمۂ کو نور بخشید و کمال — آن بود آوردہ از کسب حلال

روغنے کاید چراغ ما کشد	(۲)	آب خوانش چون چراغے را کشد
علم وحکمت زاید از لقمہ حلال	(۳)	عشق ورقت آید از لقمہ حلال
چون ز لقمہ تو حسد بینی ودام	(۴)	جہل وغفلت زاید آنرا دان حرام
لقمہ تخم ست وبرش اندیشہا	(۵)	لقمہ بحر وگوہرش اندیشہا
لقمہ تخم ست وبہر شورہ منہ	(۶)	تیغ را در دست ہر رہزن مدہ
زاید از لقمہ حلال اندر دہان	(۷)	میل خاطر سوئے رفتن آنجہان
زاید از لقمہ حلال اے مہ حضور	(۸)	در دل پاک تو ودر دیدہ نور

چکنی چپڑی باتین

دنیا کے عوام کالانعام کا ہمیشہ سے یہ کلیہ قاعدہ چلا آیا ہے کہ جب کسی کے پاس دنیا کا مال و دولت ہوا۔ تو اُس کے بازعمگسار اور مونس غمخوار بننے کا دعوےٰ کرتے ہین مگر اصل ہین وہ ایسے غدار اور مکار ہوتے ہین کہ جب اُن کا مطلب نکل چکا - یا ہمارا پاؤن کسی دنیاوی صدمہ یا حادثے کے باعث پھسل گیا۔ تو چل تون کون اور ہین کون ایسے لوگون سے ہر ایک کو اپنی زندگی مین پالا پڑتا ہے۔ خیام ہی ایسے لوگون سے الگ ہی رہنے کا اشارہ کرتا ہے

رباعی

آن بہ کہ درین زمانہ کم گیری دوست	با اہل زمانہ صحبت از دور نکوست
آنکس کہ بجملگی ترا تکیہ بدوست	چون چشم خرد باز کنی دشمن تست

نوکری

ملازمت جو ایک خسیس ترین پیشہ ہے۔ فی الحقیقت غلامی کی ایک شاخ ہے حالانکہ اُس

حکیم علی الاطلاق نے انسان کی فطرت میں آزادی رکھی ہے۔ افسوس ہے کہ آج کل کے اکثر لوگوں کی طبائع کسب ہنر۔ پیشہ مثلاً زمینداری۔ سوداگری وغیرہ سے ہٹ کر اسی کی طرف پلٹ پڑی ہیں۔ اور ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ ملازمت سے حصہ ملے۔ اولاد کو سکول میں اس لئے داخل کیا جاتا ہے کہ کہیں چار پیسہ کا روزگار لجاوے۔ اگر کہیں ایک اسامی خالی ہوتی ہے تو سینکڑوں درخواستیں گذرتی ہیں۔ امیدواروں کے پرے جم جاتے ہیں۔ اور قسم قسم کی سفارشیں اور ناجائز وسائل عمل میں لائے جاتے ہیں۔ یہ طوفان بے تمیزی یہاں تک زور پکڑ گیا ہے کہ چھ سات روپے پر اپنے سر کو بیچ ڈالنا بڑے فخر کی بات سمجھی جاتی ہے۔

ایک روشن ضمیر فاضل نے اسکی مثال یوں بیان کی ہے۔ کہ کتا ایک سوکھی ہڈی کو لیکر اپنے منہ میں چباتا ہے تو جبڑوں سے خون جاری ہو جاتا ہے۔ یہ اس کو مزہ سے چاٹتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ یہ خون ہڈی سے مجھے ملتا ہے حالانکہ یہ اُسکے اپنے ہی جبڑوں کا خون ہے۔ نوکری میں افسروں کی دھمکیاں اور حاکموں کی گھرکیاں۔ راتوں کو دن بنانا آزادی کی بربادی۔ آرام کو حرام کرنا۔ وغیرہ وغیرہ چنانچہ حضرت لسان الغیب حافظ شیرازی اس پر یوں رمطراز ہیں حافظ

شکوہ تاج سلطانی کہ بیم جان درو درج است	کلاہ خوشنما است اما بدردسر نمی ارزد
بس آسان می نمود اول غم دریا بہ بوئے زر	غلط گفتم کہ ہر موجش بصد گوہر نمی ارزد

خیام اس جگہ بلند ہمتی سے غلامی نشانوں کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ اور اپنے کسب ہنر یا محنت مزدوری کے ذریعہ سے کمائے ہوئے ٹکڑے پر ہی قناعت کرنے کا

سبق دیتا ہے - رباعی

یک نان بدو روز گر شود حاصل مرد	وز کوزهٔ شکسته دمے آب سرد
مامور کسی دگر چرا باید بود	تا خدمت چون خودے چرا باید کرد

دیگر

در دهر هر آنکه نیم نانے دارد	وز بہر نشست آشیانے دارد
نے خادم کس بود نه مخدوم کسے	گو شاد بزی که خوش جہانے دارد

صحبت صالحان

خیام کی نہایت قیمتی - اور انسان کے دل پر اثر کرنے والی بیشمار نصایح مین سے ایک یہ بھی ہے کہ نیکون اور عقلمندون کی صحبت کو تلاش کرو اور نا اہلون سے کنارہ کشی کرو - اور اس مضمون کو ان دو رباعیون مین اس طرح بیان کرتا ہے -

با مردم پاک اصل و عاقل آمیز	(۱)	وز نا اہلان ہزار فرسنگ گریز
گر زہر دہد ترا خردمند بنوش		ور نوش رسد ز دست نا اہل بریز
جانم بفدای آنکه او اہل بود	(۲)	سر در قدمش اگر نہم سہل بود
خواہی که بدانی بیقین دوزخ را		دوزخ بجہان صحبت نا اہل بود

خیّام کی رباعیات مین رندانہ اور قلندرانہ کلام سب سے زیادہ ہے - اور چونکہ شاعری اور رندی مین ایک قسم کی خویشی اور یگانگت ہوا کرتی ہے - پس کوئی شاعر خواہ وہ کس حیثیت اور درجہ کا ہو اس سے شاذ و نادر ہی خالی رہا ہوگا - ہمیشہ فلک ناہنجار کی سرد مہری، اور دون ہمتی، سفلہ پروری، کی شکایات - قافیون مضمونون سے

چھیڑ چھاڑ لگی ہی رہی ہے - اور بقول حافظ "پیوستہ شد این سلسلہ تا روز قیامت" لگی ہی رہے گی - اس قسم کی چند ایک رباعیات بطور نمونہ لکھی جاتی ہین جو اہل مذاق کی دلچسپی سے خالی نہ ہونگی -

رندانہ

در مسجد اگرچہ با نیاز آمدہ ایم زینجا روزے سجادہ دزدیدیم	حقا کہ نہ از بہر نماز آمدہ ایم آن کہنہ شدست باز باز آمدہ ایم

بادہ نوشی کے بارے مین ہدایات

گر بادہ خوری تو با خردمندان خور بسیار مخور - ورد مکن - فاش مساز	یا با صنمے سادہ رخے خندان خور اندک خور و - گہ گہ خور و پنہان خور

فلک کا سفلہ پن

با با فلک از جنگ ندارد عجب است قاضی کہ خبر بادہ وقف فروخت	گر بر سر ما سنگ نبارد عجب است در مدرسہ گر بنگ ندارد عجب است

مفتی شہر سے دل لگی

اے مفتی شہر از تو پر کار تریم تو خون کسان خوری و ما خون رزان	با این ہمہ مستی از تو ہشیار تریم انصاف بدہ کدام خونخوار تریم

دنیا کی بے ثباتی

خیام دنیا کی بے ثباتی اور اُن سرایہ چند کو جو انسان کو اپنی زندگی مین سبز باغ دکھلائی دیتے ہین - اور ۱ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ اور ۲ مَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ

۱ خدا کے سوا باقی ہر ایک چیز ہلاک ہونیوالی ہے ۲ اور نہین ہے دنیا کی زندگی مگر دھوکہ کا اسباب ۱۲

کے مضمون کو ان مثالون سے سمجھاتا ہے۔ رباعیات

۱

عمر تو چہ دوصد وچہ سیصد چہ ہزار
زین کہنہ سرا برون برندت ناچار
گر پادشہی وگر گدای بازار
این ہر دو بیک نرخ بود آخر کار

۲

چون حاصل آدمی درین جا دودر
جز درد دل و دادن جان نیست دگر
خورم دل آنکہ شد بطفلی آزاد
وآسودہ کسی کہ خود نزاد از مادر

۳

مرغی دیدم نشستہ بر بارۂ طوس
در پیش نہادہ کلۂ کیکاوس
با کلہ ہمی گفت کہ افسوس افسوس
کو بانگ جرسہا و کجا نالۂ کوس

۴

آن قصر کہ بر چرخ ہمی زد پہلو
بر درگہ او شہان نہادندی رو
دیدیم کہ بر کنگرہ اش فاختۂ
بنشستہ ہمی گفت کہ کوکو کوکو

غرور اور تکبر

قرآن مجید مین ایسی بیشمار آیات ہین جن مین غرور اور تکبر کی مذمت ہے۔ یہی دونون ایسی خراب چیزین ہین کہ سینکڑون برس کی نیکیون کو ایک ہی دفعہ خاک مین ملا دیتی ہین سورہ لقمان کے اخیر مین ایک آیت ہے اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ[1] - ایک جگہ ہے - فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ[2]

[1] بیشک اللہ تعالی کا وعدہ سچا ہے۔ پھر دنیا کی زندگی تمہین دھوکہ مین نہ ڈالے اور کوئی دھوکہ دینے والا تمہین اللہ کی راہ مین دھوکہ نہ دے۔ [2] پھر کیا ہے تیرے لیے کہ تو تکبر کرے۔

اور كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ[1]۔ عمرخیام کا ان آیات پر ایمان ہے

اور ان آیات کے موافق یون اپنی رباعیات مین اشارہ کرتا ہے۔ رباعیات

بس گل کہ برآمد از گل و پاک بریخت	۱	بس خونِ کسان کہ چرخ بیباک بریخت
بس غنچۂ ناشگفتہ بر خاک بریخت		برحسن و جوانی اے پسر غرہ مشو
	۲	
در بادیہ دیو و دد نمی باید بود		با مردم نیک بد نمی باید بود
مغرور بہ فضل خود نمی باید بود		مفتون معاش خود نمی باید بود

جو لوگ ظاہری ٹہسک و شان طمطراق اور بڑی بڑی عمارات پر اتراتے ہین۔ قرآن مجید اُن کو اس طرح پر ہدایت کرتا ہے کہ پہلے لوگون نے تم سے زیادہ ساز و سامان بہم پہنچایا اور بڑی بڑی عمارات بنائین مگر وہ سب کی سب یہین پڑی رہین۔ پھر اترانے کی کوئی وجہ نہین ہے۔ قرآن مجید مین لکھا ہے

کیا نہین سیر کی انہون نے بیچ زمین کے پس دیکہین	أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ
کیونکر ہوا آخر کام اُن لوگون کا جو اُن سے پہلے تہے	فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
وہ قوت مین اُن سے زیادہ تر تہے۔ انہون نے زمین	الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا
کو پھاڑا۔ اور آباد کیا اُس کو زیادہ اوس سے کہ انہون	أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ
نے اُس کو آباد کیا ۔	وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا الآية (سورۃ الروم آیہ ۸)
بہت چھوڑ گئے باغ اور چشمے اور کھیتیان اور گھر	كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنّٰتٍ

[1] اور اسی طرح پر اللہ تعالی مہر کر دیتا ہے ہر ایک جبر کرنے والے تکبر کرنے والے کے دل پر۔

وَ عُیُونٍ وَّ زُرُوعٍ وَّ مَقَامٍ کَرِیْمٍ	خاص اور گذران بار خواہشات کا ان آیات
وَّ نَعْمَۃٍ کَانُوا فِیْھَا فَاکِھِیْنَ کَذٰلِکَ	میں محفوظ ہے اسی طرح ہوا۔ اور وارث کردیا ہم نے
وَ اَوْرَثْنٰھَا قَوْماً اٰخَرِیْنَ (سورہ دخان پ ۲۵)	ان چیزوں کا ایک اور قوم کو۔

عمر خیام ان پاک آیات کی متابعت میں اس طرح پر لکھتا ہے۔ رباعیات

گر اسپ و براق ست و گر فیروزہ	مغرور مشو بدولت دو روزہ
از قہر فلک ہیچ کسے جان نبرد	امروز سبو شکست و فردا کوزہ

دیگر

غرہ چہ شوی بمسکن و کاشانہ	برعمر کہ ہست حاصلش افسانہ
ہم خوابہ بادی و تو افروزی شمع	بر رہگذر سیل چہ سازی خانہ

لالچ

اس دنیا میں ایسی بُری بلا ہے کہ اچھے خاصے عقلمندوں کے ہاتھوں میں ہتکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈلوانا۔ آوارہ آسمان تک اڑتے ہوئے مرغ کو ہوا سے خاک میں گرانا۔ مچھلیوں اور حشرات الارض کو تری و خشکی سے نکال باہر لانا۔ اس کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ اسکی مذمت میں ہزاروں کتب بھری پڑی ہیں۔ خیام کہتا ہے رباعی

کم کن طمع از جہان بمیری خرسند	از نیک و بد زمانہ بگسل پیوند
خوش باش دمے چنانکہ این دور فلک	ہم بگسلد و نماند این روزے چند

وقت کی پابندی

آجکل بڑے بڑے جادو رقم نامہ نگار اور فاضل اڈیٹر وقت کی پابندی پر لکچر دیتے ہیں اور آرٹیکل

کہتے ہیں خیام نے بمصداق خیر الکلام ما قلّ و دلّ ان چار باعیوں میں اس مضمون کو ختم کر دیا ہے

امروز ترا دسترس فردا نیست	۱	و اندیشۂ فردات بجز سودا نیست
ضائع مکن این دم ار دلت شیدا نیست		کین باقی عمر را بہا پیدا نیست
اے مرد خرد حدیث فردا ہوس است	۲	در وہم تو دون لاف سخنہا ہوس است
امروز چنین ہر کہ خردمند کس است		داند کہ ہمہ جہان چنین یک نفس است
ہنگام سپیدہ دم خروس سحری	۳	دانی کہ چرا ہمی کند نوحہ گری
یعنی کہ نمودند در آئینۂ صبح		از عمر شبے گذشت و تو بےخبری

خیام کی شراب سے کونسی شراب مراد ہے

خیام پر جو ایک ایسا بھاری الزام لگایا جاتا ہے کہ کسی کے اٹھائے اٹھ نہیں سکتا بلکہ خود ہی وہ اقبالی ہے۔ بادہ نوشی کی تائید ہے۔ مگر وہ اپنے تئیں حضرت محمد رسول صلعم کا پیرو یقین کرتا ہے اور اپنے معشوق نظم میں اس شراب کے لفظ سے طہور مراد رکھتا ہے جو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حوض کوثر سے پلائیں گے۔ رباعی

اے دل مے شوق بکن در باقی	سالوس رہا کن و مکن زرّاقی
گر سیر ز احمدی خوری جام شراب	زان حوض کہ مرتضاش باشد ساقی

غرض کہاں تک اسکو طول دیا جاوے ہزاروں گوہر شاہوار اور لاکھوں لآلی آبدار ان رباعیات میں بکھرے پڑے ہیں۔ جو ایک سے ایک بہتر اور ایک سے ایک بڑھکر ہے۔ اور وہ کہیں دور نہیں ہیں صرف ایک صفحہ کے پلٹنے کی دیر ہے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۵

راقم مسکین امام الدین۔ گورنمنٹ پنشنر مقیم گوجرانوالہ پنجاب

بسم الله الرحمن الرحیم

رباعیات عمر خیام

ردیف حرف الف

١

ساقی! بکرم تو می کنی یاد مرا
غیر از تو که می رسد بفریاد مرا؟
گر درنهم دل تو دستگیرم نشوی
شوریده که کرد و غم که می کشد شاد مرا؟

٢

ساقی قدحی که نور بخشد همه را
پر کن که دمی حضور بخشد همه را
خوش باش که هم ببخشد آلایش ما
آن کس که می طهور بخشد همه را

٣

ساقی می لعل قوت روح است مرا
دیدار تو خورشید صبوح است مرا
برخیز که در پای تو مردن نفسی
خوشتر ز هزار عمر نوح است مرا

۴

ایام بکام مے نسازد ما را
ور دوست بپاس مے نسازد ما را
ایزد نه بهر حلال مے ابلیس - نگر
کو هم بحرام مے نسازد ما را

۵

عشاق بدر گہت اسیرند بیا
بد خوئی تو بر تو نگیرند بیا
هر جور و جفا که کردهٔ معذوری
زان پیش که عذر نپذیرند بیا

۶

آمد سحرے ندا ز میخانهٔ ما
کاے رند خراباتی دیوانهٔ ما
برخیز که پر کنیم پیمانه ز مے
زان پیش که پر کنند پیمانهٔ ما

۷

گر مے نخوری طعنه مزن مستان را
گر دست دهد توبه کنم یزدان را
تو فخر بدین کنی که من مے نخورم
صد کار کنی که مے غلام ست آن را

۸

مردان نبود که خلق خوار شد او را
زینهم بدی نیک شمارند او را
رندے که نبود از همه دستے بکرم
رندان همه پیشنید دست وارند او را

۹

چون ز آب و گل آفرید صانع ما را
کرده لقب هم زمانه قانع ما را
پیوسته نمے مرا همی منع کنی
خود دست تهی بس ست مانع را

۱۰

چون عهده نمی‌شود کسی فردا را
حالی خوش کن تو این دل شیدا را
می نوش بنور ماه ای ماه که ماه
بسیار بتابد و نیابد ما را

۱۱

ای کرده ز لطف و مهر تو صنع خدا
در عهد ازل بهشت و دوزخ بر پا
بزم تو بهشت است و مرا جز بستان
خوب است که در بهشت بنشسته مرا

۱۲

چندی گفته به بهشت پرستی کای عابد ما
وانی ز چه بر روی گشته یکسان تپه ما
بر پا جمال خود تجلی کرده است
آن کس که نوشته ناز در شاهد ما

۱۳

بر دست یکی تیغ جدا بست مرا
گر دوست همه سال فتح یابست مرا
پیوسته دل خشم کبابست مرا
وز کلمه او جام شرابست مرا

۱۴

دانی که چه مد نفس است ای دلبر
با این سختی نرفته تر از بلد ما
خود کس ز غم هستی و نیستی ما هرگز
تا بی تو چها گذرد بر سر ما

۱۵

می قوت جسم و قوت جان است مرا
می کاشف اسرار نهان است مرا
دیگر طلب دنیا و عقبی نکنم
یک جرعه به از هر دو جهان است مرا

۱۶

از آتش ما وجود کجا بود این جا
وز بادیهٔ ما سبو کجا بود این جا
آن کس که مرا نام خراباتی کرد
در اصل خرابات کجا بود این جا

۱۷

برخیز و بیا بتا برای دل ما
حل کن بجمال خویشتن مشکل ما
یک کوزه مے بیار تا نوش کنیم
زان پیش که کوزه‌ها کنند از گل ما

۱۸

چون فوت شوم بباده شوئید مرا
تلقین ز شراب و جام گوئید مرا
خواهید بروز حشر یابید مرا
از خاک در میکده جوئید مرا

۱۹

از بادهٔ ناب لعل شد گوهر ما
آمد بفغان ز دست ما ساغر ما
از بس که همی خوریم مے بے سر و پے
ما در سر مے شدیم و مے در سر ما

۲۰

خرم نبود دل چو از غم ما را
هجر تو حزین کرده دل خرم را
من تلخی عالم بتو خوش می کردم
با تلخی هجر تو چکنم عالم را

۲۱

هر چند که رنگ و بوے زیباست مرا
چون لاله رخ و چو سرو بالاست مرا
معلوم نشد که در طربخانهٔ خاک
نقاش من از بهر چه آراست مرا

عاقل بچہ امید درین
ہر گاہ کہ خواہد کہ نشیند از پا

۲۳

اے خواجہ یکے کام روا کن ما را	دم در کش و در سر تا ہے
ما در ہست روییم لیک تو کج بینی	رو چارۂ دیدہ کن رہا کن ما را

۲۴

عاشق ہمہ روزہ مست و شیدا بادا	دیوانہ و شوریدہ و رسوا بادا
در ہوشیاری غصۂ ہر چیز خوریم	چون مست شویم ہر چہ بادا بادا

۲۵

ساقی! قدحے کہ کار ساز خستہ ہا	در رحمت خود بندہ نواز خستہ ہا
مے خور یہ بہارہ دیار طاعت مفروش	کز طاعت خلق بے نیاز خستہ ہا

۲۶

ساقی! نظرے بہ بیکسیان بہر خدا	بشکن مجبت با بوالہوسان بہر خدا
ما ماہی مردہ ایم تو آب حیات	ما را بوصال خود رسان بہر خدا

۲۷

قرآن کہ بہین کلام خوانند او را	گہ گاہ نہ بر دوام خوانند او را
در خط پیالہ آیتے روشن ہست	کاندر ہمہ جا مدام خوانند او را

۳۰

خواہی ز فراق در فغان دار مرا | خواہی ز وصال شادمان دار مرا
من با تو نگویم کہ چسان دار مرا | زانسان کہ دلت خواست چنان دار مرا

ردیف حرف (ب)

۱

اے دل ز زمانہ رسمِ احسان مطلب | وز گردشِ دوران سر و سامان مطلب
درمان طلبی دردِ تو افزون گردد | با درد بساز و ہیچ درمان مطلب

۲

روزے کہ بدست برنہم جامِ شراب | وز غایتِ خرمی شوم مست و خراب
صد معجزہ پیدا کنم اندر ہر باب | زین طبع چو آتش و سخنہاے چو آب

۳

چندان بخورم شراب کین بوی شراب | آید ز تراب چون روم زیرِ تراب
تا بر سرِ خاکِ من رسد مخمورے | از بوے شرابِ من شود مست و خراب

۴

ما و مے و معشوق درین کنجِ خراب
فارغ ز امیدِ رحمت و بیمِ عذاب
جان و دل و جام و جامہ در رہنِ شراب
آزاد ز خاک و باد و ز آتش و آب

۵

مائیم و مے و مطرب و این کنجِ خراب
سر در سرِ مے کردہ و مے در سرِ مے
جان و دل و دین و عقل در رہنِ شراب
بنیادِ نہادِ خانہ مانندِ حباب

۶

با بط می گفت ماہیے در تبِ تاب
بط گفت کہ چون من و تو گشتیم کباب
باشد کہ بجوئے رفتہ باز آید آب
بود از پسِ مرگِ ما چہ دریا چہ سراب

۷

بر پائے تو بوسہ دادن ای شمعِ طرب
دستِ من و دامنِ خیالت ہر روز
بہ زان باشد کہ دیگران را برلب
پائے من و جستنِ وصالت ہمہ شب

۸

روزے کہ دو مہلت ست بنحور مے ناب
دانی کہ جہان مرد بہ خرابی وارد
کین عمرِ گذشتہ در نیابی - دریاب
تو نیز شب و روز ہمین نوش شراب

۹

مائیم نہادہ سر بفرمانِ شراب
ہم ساقی و ما - حلقِ صراحی در دست
جان کردہ فدائے لبِ خندانِ شراب
ہم بر لبِ ساغر آمدہ جانِ شراب

	۱۰	
در کوئے نیاز ہر وسیلے راوریاب		در کوئے حضور مقبلے راوریاب
صد کعبۂ آب و گلِ بیک دل نرسد		کعبہ چہ روی برو دلے راوریاب

ردیف حرف (ت)

امشب کہ حضورِ یار جان افروزست	۱	بختم بخلافِ دشمنان فیروزست
گو شمع بمیر و مہ فرو شو کہ مرا		آن شب کہ تو در کنار باشی روزست
	۲	
چون کار نہ بر مرادِ ما خواہد رفت		اندیشہ و جہدِ ما کجا خواہد رفت
پیوستہ نشستہ ایم در حسرتِ آنکہ		دیر آمدہ ایم و زود می باید رفت
	۳	
چون آتشِ سودای تو جز دود نداشت		مسکین دلِ من امیدِ بہبود نداشت
در جستنِ وصلِ تو بسے کوشیدم		چون بخت نبود کوششم سود نداشت
	۴	
اے دلبرِ مہ طلعتِ خورشید صفات		از لعلِ لبت یافتہ یاقوت زکات
در باغِ رخت بنفشہ می بالیست		آن نیز برآید از لبِ آبِ حیات
	۵	
ساقی! نظرے کہ دل خوش از دیدنِ تست		جان شاد ز خوشہ چینیِ خرمنِ تست
ناگفتہ دلت ضمیرِ ما میداند		جامِ جمِ عاشقان دلِ روشنِ تست

۶

من مے رمضان ہمی خورم بر کشت
گوئی تو کہ ہر کہ مے خورد دوزخی است
گر زانکہ مرا دو کس کسان باید ہشت
کہ رفت بہ دوزخ و کہ آمد ز بہشت؟

۷

ہر کو ورقے ز عقل در دل بنگاشت
یا در طلبِ رضائے یزدان کوشید
یک لحظہ ز عمرِ خویش ضایع نگذاشت
یا راحت خود گزید و ساغر برداشت

۸

نہ لایقِ مسجدیم و نہ خورِ بہشت
چون کافرِ درویشم و چون قحبہ زشت
ایزد داند گِل مرا از چہ سرشت
نہ دین و نہ دنیا و نہ امیدِ بہشت

۹

کنہِ خردم درخورِ اثباتِ تو نیست
من ذاتِ ترا بواجبی کے دانم
و اندیشہ من بجز مناجاتِ تو نیست
دانند ز ذاتِ تو جدا ذاتِ تو نیست

۱۰

یزدان کہ گِلِ وجودِ ما می آراست
بے حکمش نیست ہر گناہے کہ مراست
دانستہ ز فعلِ ما چہ بر خواہد خاست
پس سوختنِ قیامت از بہر چہ خاست

۱۱

چون نیست بہر چہ ہست جز باد بدست
پندار کہ ہر چہ ہست در عالم نیست
چون نیست بہر چہ ہست نقصان و شکست
آن کار کہ ہر چہ نیست در عالم ہست

۱۲

جامے و مئے و ساقئے بر لب کشت
مشنو سخن بہشت و دوزخ از کس
این جملہ مرا و ہم ترا کشتہ بہشت
کہ رفت بدوزخ و کہ آمد ز بہشت؟

۱۳

چون نیست حقیقتِ یقین اندر دست
ہان تا نہ نہیم جام مئے از کفِ دست
در بے خبری مرد چہ ہشیار چہ مست
نتوان بامیدِ شک ہمہ عمر نشست

۱۴

گر گل نبود نصیبِ ما خار بس است
گر سبحہ و سجادۂ و شیخی نبود
در نور نمی رسد مرا نار بس است
ناقوسِ کلیسیا و زنّار بس است

۱۵

اجزائے پیالہ کہ درہم پیوست
چندین سر و دست پا زنی از سر دست
بشکستنِ آن روا نمی دارد مست
از مہر کہ پیوست و بقہر کہ شکست

۱۶

امروز ترا دسترسِ فردا نیست
ضائع مکن این دم ار دلت شیدا نیست
و اندیشۂ فردات بجز سودا نیست
کین باقیِ عمر را بہا پیدا نیست

۱۷

اے چرخ فلک خرابی از کینۂ تست
اے خاک اگر سینۂ تو بشگافند
بیداد گری عادتِ دیرینۂ تست
بس گوہرِ قیمتی کہ در سینۂ تست

۱۸

آن بت که دلم ز هجرِ او زار شدست
او جائے دگر بغم گرفتار شدست
من در طلبِ علاجِ خود چون کوشم
چون آنکه طبیبِ ماست بیمار شدست

۱۹

هر دل که درو مهر و محبت بسرشت
گر ساکنِ مسجدست ور اهلِ کنشت
در دفترِ عشق نامِ هر کس که نوشت
آزاد ز دوزخ است و فارغ ز بهشت

۲۰

دَورے که درو آمدن و رفتنِ ماست
آن را نه بدایت نه نهایت پیداست
کس می نزند دمے درین معنی راست
کین آمدن از کجا و رفتن بکجاست

۲۱

ساقی چو زمانه در شکستِ من و تست
دنیا بسرا چه نشستِ من و تست
گر زانکه میانِ من و تو جامِ مے است
می دان بیقین که حق بدستِ من و تست

۲۲

با کافرِ عشق ایم و مسلمان دگرست
با مورِ ضعیف ایم و سلیمان دگرست
از ما رخِ زرد و جگرِ پاره طلب
بازار چه قصب فروشان دگرست

۲۳

مے خوردن و شاد بودن آئینِ منست
فارغ بودن ز کفر و دین - دینِ منست
گفتم بعروسِ دهر کابینِ تو چیست
گفتا دلِ خرمِ تو کابینِ منست

۲۴

سرّ از همه ناکسان نهان باید داشت
بنگر که بجانِ مردمان می چه کنی
راز از همه ابلهان نهان باید داشت
چشم از همه مردمان نهان باید داشت

۲۵

اسرار جهان چنانکه در دفتر ماست
چون نیست درین مردم نادان اهلی
گفتن نتوان زانکه وبال سر ماست
گفتن نتوان هر آنچه در خاطر ماست

۲۶

گویند که مے بماه شعبان رواست
شعبان و رجب ماه خداوند و رسول
نه نیز رجب که آن مه خاص خداست
ما مے برمضان خوریم کان خاصهٔ ماست

۲۷

چون هشیارم ز من طرب پنهان است
حالیست میانِ مستی و هشیاری
چون مست شوم در خرد و نقصان است
من بندهٔ آنکه زندگانی این است

۲۸

زان باده که عمر را حیاتی دگرست
بر نه بکفم که کار عالم سمرست
پر کن قدحی گرچه ترا درد سرست
بشتاب کنون که عمر من در گذرست

۲۹

هر گه که غمی ملازم دل شده است
حالِ دل دیگرے بباید پرسید
با قصهٔ کار خویش مشکل شده است
ناخوش دلی تمام حاصل شده است

۴۰

در چشم محققان چه زیبا چه زشت
منزل گه عاشقان چه دوزخ چه بهشت
پوشیدن بیدلان چه اطلس چه پلاس
زیر سر عاشقان چه بالین و چه خشت

۴۱

عمری بگل و باده بنشستیم بگشت
یک کار من از دور جهان آهنگ بگشت
از مستی چو نشاء هیچ مرادم حاصل
از هر چه گذشتیم بگذشتیم گذشت

۴۲

بسیار بگشتیم بگرد در و دشت
اندر همه آفاق بگشتیم بگشت
از کس نشنیدیم که آمد زین راه
راهی که برفت راهرو باز نگشت

۴۳

لعل تو مئی ناب ساغر کانست
چشم تو پیاله و شراب‌اش جانست
آن جام بلورین که ز می خندانست
اشکیست که خون دل درو پنهانست

۴۴

برتر ز سپهر خاطرم روز نخست
لوح و قلم و بهشت و دوزخ می جست
پس گفت مرا معلم از علم درست
لوح و قلم و بهشت و دوزخ با تست

۴۵

بسیار بگشتیم بگرد در و دشت
یک کار من از گشت همی ناید گشت
ورنه خوشی زمانه یاری عمرم
گر بیهده بگذشت باری خوش بگذشت

	۳۶	
در پردهٔ اسرار کسے را رہ نیست جز در دلِ خاک ہیچ منزلگہ نیست		زین تعبیہ جان ہیچ کس آگاہ نیست افسوس کہ این فسانہ ہم کوتاہ نیست
	۳۷	
ہر سبزہ کہ بر کنارِ جوئے رستہ است پا بر سرِ سبزہ تا بخواری ننہی		گویا ز لبِ فرشتہ خوئے رستہ است کان سبزہ ز خاکِ لالہ روئے رستہ است
	۳۸	
مے در کفِ من نہ کہ دلم در تاب است برخیز کہ بیداریِ دولت خواب است		وین عمر گریزپائے چون سیماب است دریاب کہ آتشِ جوانی آب است
	۳۹	
در دہر بہ نہالِ تحقیق کہ رست ہر کس زدہ دست عجز در شاخی سست		زیرا کہ درین راہ کسے نیست درست امروز چو دی شناس فردا چو نخست
	۴۰	
آن بہ کہ درین زمانہ کم گیری دوست آنکس کہ ترا بہ جملگی تکیہ بر اوست		با اہلِ زمانہ صحبت از دور نکوست چون چشمِ خرد باز کنی دشمنت اوست
	۴۱	
اے آمدہ از عالمِ روحانی تفت مے خور کہ ندانی از کجا آمدہ		حیران شدہ در چہار و پنج و شش و ہفت خوش باش ندانی بکجا خواہی رفت

۴۲

ہر چند کہ از گناہ بدبختم و زشت
اما سحرے کہ میبرم از مخموری
نومید نیم - چو بت پرستان ز کنشت
مے خواہم و معشوق - چہ دوزخ چہ بہشت

۴۳

مے گرچہ بشرع زشت نام است خوش است
تلخ است و حرام است و خوشم می آید
چون در کف شاہد غلامم - خوش است
دیر است کہ تا ہر چہ حرام است - خوش است

۴۴

چندین غم مال و حسرت دنیا چیست
این یک نفسے کہ در تنت عاریتیست
ہرگز دیدی کسے کہ جاوید بزیست
با عاریتی - عاریتی باید زیست

۴۵

روزے کہ شود اذا السماء انشقت
من دامن تو بگیرم اندر عرصات
وآن دم کہ بود اذا النجوم انکدرت
گویم صنما بآیّ ذنبٍ قتلت

۴۶

گر کار فلک بنا ست تقدیر تو نیست
تسلیم برضا پیش کن و شاد بزی
ور بہ بود و نیز بہ تقدیر تو نیست
چون نیک و بد جہان بتقدیر تو نیست

۴۷

چون نامزدِ تو مردمِ یکبارگی ست
خوشے ز تجاہلی و کشتی ز گرہ تو
یک بار بہ پیر این چہ بیچارگی است
در کار بود این چہ غم خوارگی است

۴۸

ای مرد خرد حدیث فردا هوس است
امروز چنین - هر که خردمند کس است
در دهر زدن لاف سخنها هوس است
دانا که همه جهان چنین یک نفس است

۴۹

خیام که خیمه‌های حکمت می‌دوخت
مقراض اجل طناب عمرش چو برید
در کورهٔ غم فتاد و ناگاه بسوخت
دلال قضا برایگانش بفروخت

۵۰

در روی زمین اگر مرا یک خشت است
گویند ترا و چه می فردا نیست
آن وجه می است گرچه با می بهشت است
ذراعه و دستار نه مرکم رشت است؟

۵۱

یک هفته شراب خورده باشی پیوست
در مذهب ما شنبه و آدینه یکیست
هان تا ننهی تو روز آدینه ز دست
جبار پرست باش نه روز پرست

۵۲

خاری که به زیر پای هر حیوانیست
هر خشت که بر کنگرهٔ ایوانیست
زلف صنمی و ابروی جانانیست
انگشت وزیری و سر سلطانیست

۵۳

دل سر حیات را کماهی دانست
امروز که با خودی ندانستی هیچ
در موت هم اسرار الهی دانست
فردا که ز خود روی چه خواهی دانست

۵۴

گر از پی شهوت و هوا خواهی رفت
از من خبرت که بینوا خواهی رفت
بنگر چه کسی و از کجا آمدهٔ
میدان که چه میکنی کجا خواهی رفت

۵۵

نیکی و بدی که در نهاد بشر است
شادی و غمی که در قضا و قدر است
با چرخ مکن حواله کاندر ره عقل
چرخ از تو هزار بار بیچاره تر است

۵۶

این کوزه چو من عاشق زاری بوده است
در بند سر زلف نگاری بوده است
این دسته که در گردن او می بینی
دستیست که در گردن یاری بوده است

۵۷

خیام ز بهر گنه این ماتم چیست
در خوردن غم فائده بیش و کم نیست
آن را که گنه نکرد غفران نبود
غفران ز برای گنه آمد پس غم چیست

۵۸

خوش باش که روزگار شورانگیز است
ایمن منشین که تیغ دوران تیز است
در کام تو گر زمانه لوزینه نهد
زنهار فرو مبر که زهرآمیز است

۵۹

چون آب بجویبار و چون باد بدشت
روز دگر از عمر من و تو بگذشت
تا من باشم غم دو روزه نخورم
روزی که نیامدست و روزی که گذشت

	۶۰	
طاس فلک از پیش دل آرائے تہی است ایمن نفسے ز مرگ می نتوان زیست		آسوده درین جهان نمی دانم کیست پس فائده در جهان بے فایده چیست
	۶۱	
تا باز شناختم من این پائے ز دست افسوس که در حساب خواهند نهاد		این چرخ فرو مایه مرا دست ببست عمرے که مرا بے مے و معشوق گذشت
	۶۲	
از هرزه به هر درے نمی باید تاخت از طاس چرخ و کعبتین تقدیر		با نیک و بدے زمانه می باید ساخت هر نقش که پیدا شود آن باید باخت
	۶۳	
با دشمن و دوست فعل نیکو نیکوست با دوست چو بد کنی شود دشمن تو		بد کے کند آنکه نیکی اش عادت اوست با دشمن اگر نیک کنی گردد دوست
	۶۴	
من هیچ ندانم که مرا آنکه سرشت جامے و بتے و بربطے بر لب کشت		از اهل بهشت کرد یا دوزخ زشت این هر سه مرا نقد و ترا نسیه بهشت
	۶۵	
در ده پسر آن مے که جهان آتش است بشتاب که آتش جوانی آب است		زان پیش که گل نشاط را شتاب است دریاب که بیداری تو دولت خواب است

۶۶

با ما درم قلب نمی گرد و جفت
پیری ز خرابات برون آمد و گفت
جاروب طرب خانهٔ ناپاک برفت
می خور که بعمرهات می باید خفت

۶۷

خیام تنت بخیمه می ماند راست
فراش اجل ز بهر دیگر منزل
سلطان روح است و منزلش دار فناست
از پا فگند خیمه که سلطان برخاست

۶۸

با افلاک ار جنگ ندارد عجب است
قاضی که خم بباده و قف فروخت
گر بر سر ما سنگ نبارد عجب است
ور بر سر گر نبگ ندارد عجب است

۶۹

هر جان شریف کو شناسای نهی است
چیزیست که با می رسد او حکم شهی است
داند که هر آنچه آمد از جان کهی است
کونین ز هر چه می رود آگهی است

۷۰

وارنده چو ترکیب طبایع آراست
گر نیک آمد شکستن از بهر چه بود
از بهر چه او فگندش اندر کم و کاست
ور نیک نیامد این صور عیب کراست

۷۱

چون ابر بنوروز رخ لاله بشست
این سبزه که امروز تماشاگه تست
برخیز و بجام باده کن عزم درست
فردا همه از خاک تو برخواهد رست

۶۲

فصل گل و طرف جویبار و لب کشت
با یک دو سه تازه لعبتی حور سرشت
پیش آر قدح که باده نوشان صبوح
آسوده ز مسجد اند و فارغ ز کنشت

۶۳

می خور که مدام راحت روح تو اوست
آسایش جان و دل مجروح تو اوست
طوفان غم ار درآمد از پیش و پشت
در باده گریز کشتی نوح تو اوست

۶۴

می خوردن من نه از برای طرب است
نی بهر فساد و ترک دین و ادب است
خواهم که به بیخودی برارم نفسی
می خوردن و مست بودنم زین سبب است

۶۵

دنیا نه مقام گشت و نه جای نشست
فرزانه درو خراب اولیٰ تر و مست
بر آتش غم ز باده آبی می زن
زان پیش که در خاک روی باد بدست

۶۶

چون آمدنم به من نبد روز نخست
وین رفتن بی مراد عزمیست درست
برخیز و میان ببند ای ساقی چست
کاندوه جهان به می فرو خواهم شست

۶۷

گویند مرا - چو سور با حور خوش است
من می گویم که آب انگور خوش است
این نقد بگیر و دست از آن نسیه بدار
کآواز دهل «برادر» از دور خوش است

۷۹

در فصل بهار - اگر بتی حور سرشت
پر مئی قدحی دهد مرا بر لب کشت
گرچه بهر کس این سخن باشد زشت
از سگ بترم اگر کنم یاد بهشت

۸۰

مئی نوش که عمر جاودانی این است
خود حاصلت از دور جوانی این است
هنگام گل و مل است و یاران سرمست
خوش باش دمی که زندگانی این است

۸۱

ای دل چو نصیب تو همه خوش شدنیست
احوال تو هر لحظه دگرگون شدنیست
ای جان تو درین تنم چه کار آمدهٔ
چون عاقبت کار تو بیرون شدنیست

۸۲

ای مئی! لب لعل یار می دار بدست
زان رو که شگرف داری این کار بدست
زان شد ز مئی لاله - قدح برخوردار
کاورد بخون دل لب یار بدست

۸۳

عشق ارچه بلاست آن بلا حکم خداست
بر حکم خدا ملامت از خلق چراست
چون نیک و بد خلق به تقدیر خداست
پس روز - پسین حساب بر بنده چراست

۸۴

آباد خرابات ز مئی خوردن ماست
خون دو هزار توبه در گردن ماست
گر من نکنم گناه - رحمت چه کند ؟
آرایش رحمت - از گناه کردن ماست

۸۵

در هر دشتی که لاله زاری بودست — آن لاله ز خون شهریاری بودست
هر برگ بنفشه کز زمین می روید — خالیست که بر رخ نگاری بودست

۸۶

با ما نگذارند دمی یارانت — غمخوار شدم ز دوست غمخوارانت
خورشید تو بر روزن ما چون افتد — کز ذرّه فزونست هواداران

۸۷

چون دی و پری ما بیکار گذشت — شادی و غم و محنت و تیمار گذشت
امروز بانچه می رسد خوش می باش — کین سرّ چنانچه آمد از کار گذشت

۸۸

از گردش چرخ هیچ معلوم نیست — جز رنج زمانه هیچ مرسوم نیست
هر چند بکار خویش در می نگرم — عمری بگذشت و هیچ مفهوم نیست

۸۹

پیش از من و تو لیل و نهاری بودست — گردنده فلک برای کاری بودست
زنهار قدم بخاک آهسته نهی — کان مردمک چشم نگاری بودست

۹۰

در بزم خرد عقل دلیل سره گفت — از روم و عرب میمنه و میسره گفت
گر نا اهلی گفت که می ناسره است — من کی شنوم چونکه خدایش سره گفت

۹۱

ساقی قدحی که هست عالم ظلمات
جز روی تو نیست در جهان آب حیات
از جان و جهان و هرچه در عالم هست
مقصود تویی و بر محمد صلوات

۹۲

ساقی! می معرفت مرا مستی است
در مشرب بی معرفتان معصیت است
بی معرفت آدمی - چه کار آید؟ هیچ
مقصود ز آدمی - همین معرفت است

۹۳

ساقی! فلک از بهر عطای تو گشت
در کوی تو صد کعبهٔ جان و طرفی بهشت
در کعبهٔ جان - زهی شرف - گر به سم
در دیر رهِ کعبه هم بیرم شرفی ست

۹۴

ساقی! نظری که دل خوش از دیدن تست
جان شاد ز خوشه چینی خرمن تست
ناگفته ولت ضمیر ما می داند
جام جم عاشقان - دل روشن تست

۹۵

این گنبد لاجوردی و زرین طشت
بسیار بگشت است و دگر خواهد گشت
یک چند ز اقتضای دوران قضا
ما نیز چو دیگران رسیدیم و گذشت

۹۶

این خاک ره - از خواجهٔ بیچاره‌ای بوده است
در وقت خود - او نیز نگاری بوده است
هر جا که قدم نهی یقین می‌پندار
کان دست کریم شهسواری بوده است

۹۷

یک جرعه مئی ز ملک کاؤس به است — و ز تخت قباد و ملکت طوس به است
هر ناله که رندی بسحرگاه زند — از طاعت زاهدان سالوس به است

۹۸

رفتم بخرابات بپایان درشت — زنار مغان را بمیان بستم چست
شاگرد خرابات زند نامی من — زختم پدر افگند و خرابات نشست

۹۹

بتخانه و کعبه خانهٔ بندگی است — ناقوس زدن ترانهٔ بندگی است
محراب و کلیسا و تسبیح و صلیب — حقا که همه نشانهٔ بندگی است

۱۰۰

ساقی! قدحی که کار عالم نفسیست — گر شادی ازو یک نفس آن هم بسیست
خوش باش ز هر چه پیشت آید ز جهان — هرگز نشود چنان که دلخواه کسیست

۱۰۱

ساقی! ا مئی تا ز عارض تر خوبتر است — چشمت نرسد که چشمها در پی تست
سرچشمهٔ فیض جز لب لعل تو نیست — صد خضر و مسیح جرعه نوش مئی تست

۱۰۲

ساقی! دل ما سوخته از مشتاقی است — باز آ که طبیب دردمندان ساقی است
جان دادن امید ست مرا و ز قدر میست — تا جان بود م امیدواری باقی است

۱۰۳

ساقی! به بهشت این همه مشتاقی چیست
جنت مئے و ساقی بود و باقی چیست
این جاست مئے ساقی و آنجاست همین
پس مرد و جهان به از مئے و ساقی چیست

۱۰۴

ساقی! دلِ من که شادی از غم نشناخت
جز جام مئے از نعیمِ عالم نشناخت
مئے دِه که دمِ صبوح جان بخش دم است
کس غیرِ مسیح قدرِ این دم نشناخت

۱۰۵

ساقی! قدحے که آنکه این خاک سرشت
خطا بر سرِ ما - مستی و عشقِ تو نوشت
معمور بود بشاهد و باده جهان
موعود بود بکوثر و حور بهشت

۱۰۶

از منزلِ کفر تا بدین یک نفس است
وز عالمِ شک تا بیقین یک نفس است
این یک نفسِ عزیز را خوش می دار
کز حاصلِ عمرِ ما - همین یک نفس است

۱۰۷

آن لعلِ گران بها - ز کانے دگر است
وان دُرِّ یگانه را نشانے دگر است
اندیشهٔ این و آن - خیالِ من و تست
افسانهٔ عشق را زبانے دگر است

۱۰۸

امروز که موسمِ جوانیِّ من است
مئے نوشم ازانکه کامرانیِّ من است
عیبش مکنید اگرچه تلخ است خوش است
تلخ است ازانکه زندگانیِّ من است

۱۰۹

اے دل چو زمانه می کند غمناکت
زهرست[ل] غم جهان و مے تریاکت
ناگه برود ز تن روان پاکت
تریاک خوری ز زهر نبود باکت

۱۱۰

جز حق حکمے که حکم را شاید نیست
هر چیز که هست آنچنان می باید
هستی کز حکم او برون آید نیست
آن چیز نگر که آنچنان نمی بایست

۱۱۱

چون لاله بنوروز قدح گیر بدست
مے نوش مخور غصه که این چرخ کهن
با لاله رخے اگر ترا فرصت هست
ناگاه ترا چو خاک گرداند پست

۱۱۲

چون باده دی شد آدم چابک و چست
از ضعف کنون چون نفس بیماران
زان پیش که بے چاره تنم بود درست
می آیم و می گردم و مے ساکن و نشست

۱۱۳

بس خون کسان که چرخ بیباک بریخت
بر حسن و جوانی اے پسر غرّه مشو
بس گل که بر آمد از گل و پاک بریخت
بس غنچه ناشگفته بر خاک بریخت

۱۱۴

ساقی! قدحے که شمع دل در نگرفت
آه از مے لطافت که بدین باده ناب
تا زآتش مے زندگی از سر نگرفت
هر کس که لبے نهاد و لب برنگرفت

ل؎ بر سبزه نشین و خوش بزی روزے چند   زان پیش که سبزه بردمد از خاکت

۱۱۵

ساقی! آتش ست و مه افروخته است
والی که اجل چو برقِ خرمن سوز است
می ده که فلک نکته آموخته است
تا در نگری خرمنِ ما سوخته است

۱۱۶

ساقی! چکنم که دل کبابم ز غم ست
هرچند کسی خرابی ام شرح دهد
مدهوش نه از هستِ شرابم ز غم ست
باشد که بیش ازان خرابم ز غم ست

۱۱۷

سیم ارچه نه مایهٔ خردمندان است
از دستِ تهی بنفشه سر بر زانو ست
بے سیمان را باغ جهان زندان است
در کیسهٔ زر دهانِ گل خندان است

۱۱۸

سر دفترِ عالمِ معانی عشق است
اے آنکه خبر نه داری از عالمِ عشق
سر بیتِ قصیدهٔ جوانی عشق است
این نکته بدان که زندگانی عشق است

۱۱۹

طوریست که صد هزار موسی دیدست
قصریست که صد هزار قیصر بگذشت
دیریست که صد هزار عیسی دیدست
طاقیست که صد هزار کسری دیدست

۱۲۰

در میکدهٔ عشق اجل اسمِ من ست
من جانِ جهانم اندرین دیرِ مغان
رندی و پرستیدنِ مے قسمِ من ست
این صورتِ کون جملگی جسمِ من ست

۱۲۱

در دهر مرا شراب و شاهد هوس است
در دل نه ز هشیاری و مستی خبری
نه چشم و دلم منتظر پیش و پس است
مقصود من از هر دو جهان یک نفس است

۱۲۲

در وادیِ عیب چون دویدن هوس است
زین سان که من احوالِ جهان می بینم
در عیب کسان نظر بریدن هوس است
دامن ز زمانه درکشیدن هوس است

۱۲۳

گر بر فلکی بخاک باز آرندت
فی الجمله تو بگذار جدل با نتوانی
ور بر سر ناوسی به نیاز آرندت
آزار مجو تا که بناز آرندت

۱۲۴

در نای سفرابه غلغلِ می چه خوش است
در صحبت دلفریب و در سر می ناب
آوازِ سماع و نالِ نی چه خوش است
فارغ ز زمانه هی هی چه خوش است

۱۲۵

ساقی دلِ ما که دانهٔ مهرِ تو کاشت
دامن مفشان ز ناز بر اهلِ نیاز
مهرِ تو نهفته تا ابد خواهد داشت
کز دامنِ تو دست نخواهیم گذاشت

۱۲۶

ساقی! ز درت سفر نخواهیم گرفت
گیرم که ز خاک برنگیری سرِ ما
گر هم بکشی حذر نخواهیم گرفت
تا سر ز رهِ تو بر نخواهیم گرفت

۱۲۷

ساقی به بزم گر نبت یاقوت لب است
در آب خضر بجای آب عنب است
گر زهره بود مطرب و عیسی همدم
چون دل نه بجا بود بجای طرب است

۱۲۸

ساقی ز مئی که لعلت آن را ساقی ست
دل بر نکنم تا دمی از من باقی ست
مشتاقم از آن بدینت گستاخم
گستاخی من ز غایت مشتاقی ست

۱۲۹

ساقی با مه رخسار نوجوان همه است
دلدار من است و دلستان همه است
خورشید صفت نه مهر در آب خوش است
تنها نه از آن من که از آن همه است

۱۳۰

در عشق تو از بلا نشتم ننگی نیست
با بی خبران درین سخن جنگی نیست
آن شربت عاشقی همه مردان ست
نامردان را ازین قدح رنگی نیست

۱۳۱

گفتم که مگر درست باشد عهدت
بر قاعده شکست باشد عهدت
کس دانستم که هم چو ابنای جهان
ای نور دو دیده سست باشد عهدت

۱۳۲

گفتم که سر زلف تو بس سر خورد است
گفتا که تو خستن به اگر سر خورد است
گفتم روزی ز وفا مستت بر نخورم
گفتا که درست و سرکشی بخورد است

۱۳۲

مارا گویند دوزخی باشد مست
گر عاشق مست دوزخی خواهد بود
قولیست خلاف - دل در آن نتوان بست
فردا بینی بهشت همچون کف دست

فاسق خوانند مرد ناظم پیوست
بربین ز خلاف شرع ای اهل صلاح
من سنگینه ام - خیال شان بین که چه هست
جز خمر و لواطت و زنا چیزی نیست

ده عقل و نه رواق و ز هشت بهشت
کز پنج حواس و چار ارکان سه روح
هفت اختر و از شش جهت این نامه تو
ایزد بدو گون چون تو یک کس ننوشت

۱۳۵

سیر دو جهان از قدح مستان است
این نکته که در قلب جهان پنهان است
خورشید ازل - جام مه تابان است
در شیشهٔ هی اگر بدانی آن است

۱۳۶

بر روی تو زلف را اقامت هوس است
وابروی تو محراب نشین شد چشمت
سر فتنهٔ روم را قیامت هوس است
آن کافر مست را امامت هوس است

۱۳۷

ساقی ! غم ما بلند آوازه شدست
با موی سفید سرخوشم کز خط تو
سرمستی من برون ز اندازه شدست
پیرانه سرم بهار دل تازه شدست

۱۳۸

ساقی! ابحیات چون کسی رهبر نیست
می همدم ماست زانکه چون گرمی وی
در پیر بود به از میی و ساغر نیست
در آبِ حیات و چشمهٔ کوثر نیست

۱۳۹

ساقی نفسی که دل ز اندیشه تهی ست
هر شب شبتاب کف ز روی شیشهٔ چرخ
شیران همه رفته اند سر شیشه تهی ست
امروز که دوره با تو و شیشه تهی است

۱۴۰

ساقی ز رخِ تو ز جامِ جمشید به است
خاکِ قدمت که روزِ من روشن ز وست
مردان بر هست ز عمرِ جاوید به است
هر ذره ز صد هزار خورشید به است

۱۴۱

ساقی که لبش مفرحِ یاقوت است
هر کس که نشد کشته بطوفانِ غمش
دل را غمِ او قوت و جان را قوت است
در کشتیِ نوح زنده در تابوت است

۱۴۲

ای ساقی! ازان می که دل و دینِ منست
گر نیست شراب خوردن آئینِ شما
پر کن قدحی که جانِ شیرینِ منست
معشوقه بجام خوردن آئینِ منست

۱۴۳

در هیچ سری نیست که اسراری نیست
هر طایفه زنند راهی و ره پیدا
دل را خبر از اندک و بسیاری نیست
الا رهِ عشق را که سالاری نیست

۱۴۴

گل گفت به از لقای من چه روئیست
بلبل بزبانِ حال با او می گفت
چندین ستم گلاب گیر بار تو چیست
یک روز که خندید که سالی نگریست؟

۱۴۵

بدنامی من ز عرش و کرسی بگذشت
فی الجمله خوشی نیست اگر دست دهم
دین عمرِ عزیز نیز از سی بگذشت
صد کاسه بیاپی که عروسی بگذشت

۱۴۶

ساقی! دلِ من ز مرده فرسوده تر است
هر چند بخونِ دیده دامن شویم
کوز بیزه من - زمی - دل آسوده تر است
دامانِ تر هم - ز دیده - آلوده تر است

۱۴۷

ساقی! دلِ من ز دست گر خواهد رفت
صوفی که چو ظرفِ تنگ - از خویش پُر است
بحریست کجا　　ز خود خواهد رفت
یک جرعه اگر دهی - بسر خواهد رفت

۱۴۸

ساقی! حذر از غمِ تو آمد که نیست
مقصودِ منی - وجز تو کس در دلِ من
صبرم ز رخت - حق است - آگاه که نیست
واحد که نیست ثم بالله که نیست

۱۴۹

ساقی! گل و سبزه بس طربناک شدست
مئے نوش و گلے بچین که تا درنگری
دریاب که هفتهٔ دگر خاک شدست
گل خاک شدست سبزه خاشاک شدست

۱۵۰

ساقی! مئے کہنہ یار دیرین من است — بے دختر رز عیش نہ آئین من است
گویند کہ بادہ خوار را دینے نیست — من بادہ خورم کہ بادہ خود دین من است

۱۵۱

ساقی! کہ ہلاکم ز غم ہجرانت — ہر جا کہ روی دست من و دامانت
رفتی و ہزار دل ہلاکم از غم تست — باز آ کہ صد ہزار جان قربانت

۱۵۲

در عالم بے وفا کہ منزل گہ ماست — بسیار بجستیم یقیناً کہ مراست
چون روے تو ماہ نیست - روشن گفتم — چون قد تو نیست سرو میگویم راست

۱۵۳

آن بادہ کہ قابل حیات ست بذات — گاہے حیوان می شود و گاہے نبات
ناطق نبری کہ ہست گردد ہیہات — موصوف بذات تست گر ہست صفات

۱۵۴

عمریست کہ مداحی من ورد من است — اسباب مئے ہست ہر چہ در گردن ماست
زاہد! اگر استناد تو عقل ست اینجا — خوش باش کہ استناد تو شاگرد من است

۱۵۵

در صومعہ و مدرسہ و دیر و کنشت — ترسندہ ز دوزخ است و جویاے بہشت
آن کس کہ ز اسرار خدا باخبر ست — زین تخم درون دل ہیچ نکشت

۱۵۶

امروز که آدینه ترا او را نام است
مئی نوش کن از قدح چه جای جام است
هر روز اگر یک قدح مئی می‌خوری
امروز دو خور که سیدالایام است

۱۵۷

ترکیب طبائع چو بکام تو دمی است
تو داد کن از هر چه که هر دم ستمی است
با اهل خرد نشین که اصل تن تو
گردی و شراری و نسیمی و دمی است

۱۵۸

با مطرب و مئی حور سرشتی گر هست
با آب روان و لب کشتی گر هست
به زین مطلب دوزخ فرسوده متاب
حقا که جز این نیست بهشتی گر هست

۱۵۹

دنیا دیدی و هر چه دیدی هیچ است
وان نیز که گفتی و شنیدی هیچ است
سرتاسر آفاق دویدی هیچ است
وآن نیز که در خانه خزیدی هیچ است

۱۶۰

هیهات که این جسم مجسم هیچ است
واین دایره سطح مجسم هیچ است
دریاب که در کشاکش موت و حیات
وابستهٔ یک دم ایم وآن هم هیچ است

۱۶۱

در عالم خاک پاشیدم و رفت
صد دشمن و دوست بر تراشیدم و رفت
با چون و چرائی تو مرا کاری نیست
چندانکه برداشتی بپاشیدم و رفت

۱۶۲

مے خور که بزیر گل بسے خواهی خفت
بے مونس و بے حریف و بے همدم و جفت
زنهار بکس مگو تو این راز نهفت
هر لاله که پژمرده نخواهد بشگفت

۱۶۳

مے می خورم و مخالفان از چپ و راست
گویند مخور باده که دین را اعداست
چون دانستم که مے عدوی دین است
والله بخورم خون عدو را که رواست

۱۶۴

دوران جهان بے مے و ساقی هیچ است
بے زمزمهٔ نای عراقی هیچ است
هر چند در احوال جهان می نگرم
حاصل همه عشرت است و باقی هیچ است

۱۶۵

ابر آمد و زار بر سر سبزه گریست
بے بادهٔ ارغوان نمی باید زیست
امروز که این سبزه تماشاگه ماست
تا سبزهٔ خاک ما تماشاگه کیست

۱۶۶

دریاب که از روح جدا خواهی رفت
در پردهٔ اسرار خدا خواهی رفت
مے خور که ندانی از کجا آمدهٔ
خوش زی چو ندانی که کجا خواهی رفت

۱۶۷

بر چهرهٔ گل شبنم نوروز خوش است
در صحن چمن روی دل افروز خوش است
از دی که گذشت هر چه گوئی خوش نیست
خوش باش و ز دی مگو که امروز خوش است

۱۵۸

زین پیش نشانِ بودنی‌ها بوده است
پیوسته قلم ز نیک و بد آسوده است
اندر تقدیر آنچه بایست بداد
غم خوردن و کوشیدن ما بیهوده است

۱۵۹

ترسِ اجل و بیم فنا هستی تست
ورنه ز فنا شاخِ بقا خواهد رست
من از دمِ عیسوی شدم زنده بجان
مرگ آمد و از وجودِ من دست بشست

۱۶۰

با هر بد و نیک راز نتوانم گفت
وانگه سخنی دراز نتوانم گفت
حالی دارم که شرح نتوانم داد
رازی دارم که باز نتوانم گفت

۱۶۱

با باده نشین که ملکِ محمود این است
وز چنگ شنو که لحنِ داود این است
از آمده و رفته دگر یاد مکن
حالی خوش باش زانکه مقصود این است

۱۶۲

گردون نگری ز عمرِ فرسودهٔ ماست
جیحون اثری ز چشم پالودهٔ ماست
دوزخ شرری ز رنجِ بیهودهٔ ماست
فردوس دمی ز وقتِ آسودهٔ ماست

۱۶۳

در خواب بدم مرا خردمندی گفت
کز خواب کسی را گلِ شادی نشگفت
کاری چه کنی که با اجل باشد جفت
برخیز که زیرِ خاک می باید خفت

۱۸۶

صحرا رخ خود ز ابر نوروز بشست — وین دهر شکسته دل بتو گشت درست

با سبز خطی بسبزه زاری می خور — بر یاد کسی که سبزه از خاکش رست

۱۸۷

هر چند که از گناه مخمورم و زشت — نومید نیم چو بت پرستان ز کنشت

اما سحری که میرم از مخموری — می خواهم و معشوق چه دوزخ چه بهشت

۱۸۸

هر کو رقمی ز عقل در دل بنگاشت — یک روز ز عمر خویش ضایع نگذاشت

یا در طلب رضای یزدان کوشید — یا راحت جان گزید و ساغر برداشت

۱۸۹

ای وای بر آن دل که در او سوزی نیست — سودا زدهٔ مهر دل افروزی نیست

روزی که تو بی باده بسر خواهی برد — ضایع تر از آن روز ترا روزی نیست

۱۹۰

من بندهٔ عاصیم رضای تو کجاست — تاریک دلم نور و صفای تو کجاست

ما را تو بهشت اگر بطاعت بخشی — این مزد بود لطف و عطای تو کجاست

۱۹۱

تا کی ز چراغ مسجد و دود کنشت — تا کی ز زیان دوزخ و سود بهشت

رو بر سر لوح بین که استاد قضا — اندر ازل آنچه بودنی بود نوشت

۱۹۲

هر دل که درو مایهٔ تجرید کم است
بیچاره همه عمر ندیم ندم است
جز خاطر فارغ که نشاطی دارد
باقی همه هر چه هست اسباب غم است

۱۹۳

در مجلس دهر ساز مستی پست است
نه چنگ به ناله و نه دلم در بر دست است
رندان همه ترک می‌پرستی کردند
جز محتسب شهر که دایم مست است

۱۹۴

از ما رمقی بسعی ساقی ماند است
در صحبت عمر بی‌وفائی ماند است
از بادهٔ دوشش یک می پیش نماند
از عمر ندانم که چه باقی ماند است

۱۹۵

نفست بسگ خانه همی ماند راست
جز بانگ میان تهی ازو هیچ نخاست
روبه صفت است خواب خرگوش دهد
آشوب پلنگ دارد و گرگ وغاست

۱۹۶

پر خون ز فراقت جگری نیست که نیست
شیدای تو صاحب نظری نیست که نیست
با آنکه نداری سر سودای کسی
سودای تو در هیچ سری نیست که نیست

۱۹۷

از آتش این طائفه جز دودی نیست
ور هیچ کسم امید بهبودی نیست
دستی که ز دست چرخ بر سر دارم
در دامن هر که می‌زنم سودی نیست

۱۹۸

بیگانه اگر وفا کند خویش من است
ور خویش جفا کند بداندیش من است
گر زهر موافقت کند تریاک است
ور نوش مخالفت کند نیش من است

ردیف حرف ج تازی

۱

تا بتوانی غم جهان هیچ مسنج
بر دل منه از آمده و ز نا آمده رنج
خوش می خور و می بخش درین دار سپنج
با خود نبری گرچه بسی داری گنج

ردیف حرف چ فارسی

۱

دانی ز جهان چه طرف بربستم؟ هیچ
وز حاصل عمر چیست در دستم؟ هیچ
شمع طربم ولی چو بنشستم هیچ
من جام جمم ولی چو بشکستم هیچ

۲

ساقی قدحی که کار دنیا همه هیچ
این گفت و شنود و جنگ و غوغا همه هیچ
طوفان فنا چو بشکند کشتی عمر
عالم همه هیچ و حاصل ما همه هیچ

۳

از نقل عنان بپیچ و در ساغر پیچ
از خلد و سقر بگذر و در کوثر پیچ
دستار و طرب بباده بفروش و مترس
کم کن قصبی بر طربی بر سر پیچ

ردیف حاے حطی

۱

گر مطرب و مے تا بہم داد صبوح — خوش وقت کسے کہ می کن[illegible]

مارا بجہاں سہ چیز می باید خوش — سرمستی و عاشقی و فریاد ج[illegible]

۲

اے عارض تو نہادہ بر نسرین طرح — روے تو فگند بر بتان چین [illegible]

وے غمزۂ تو داد شہ بابل را — اسپ و رخ و فیل و بیذق و فر[illegible]

ردیف خاے معجمہ

۱

چون می گذرد عمر چہ شیرین و چہ تلخ — پیمانہ چو پر شود چہ بغداد و [illegible]

مے نوش کہ بعد از من و تو ماہ بسے — از سلخ بغرہ آید و از غرہ [illegible]

ردیف حرف دال مہملہ

۱

در چشم من آمد آن سہی سرو بلند — بربود دلم ز دست و در پاے [illegible]

این دیدۂ شوخ می برد دل بکمند — خواہی کہ بکس دل ندہی دیدہ [illegible]

۲

مارا بشراب و شاہد آموختہ اند — در مجلس ما شمع طرب سوختہ اند

ہر کسوت خرمی کہ در عالم ہست — بر قامت روزگار ما دوختہ اند

۳

صد بار بغربال فلک بیختہ اند — خاکے کہ گل من و تو انگیختہ اند

پیوند بقا بیادہ کن کین ترکیب — تا می نگری زہم فرو ریختہ اند

۴

بیگانه آمیان خاک و خون خواهی کرد
وین خیمه عاریت نگون خواهی کرد
گر زهره باش درین روز چو آگاه نه
تا بار سر از کجا برون خواهی کرد

۵

بسیر رنگ و بو خواهی شد
چندان ز پئے هر نشست و نکو خواهی شد
ه زمزمی و گر آب حیات
آخر بدل خاک فرو خواهی شد

۶

تا بتوا
ب که از روح جدا خواهی شد
در پرده اسرار فنا خواهی شد
باش ندانی ز کجا آمده
مے نوش چه دانی بکجا خواهی شد

۷

مرده شوم خاک مرا گم سازید
واحوال رهی عبرت مردم سازید
دانی ها در گذرم بجے بشوئید مرا
در کالبدم خشت سر خم سازید

۸

شمع
ز وجود خام ناپخته بماند
وان گوهر بین لطیف ناسفته بماند
ساں بطریق عقل چیزے گفتند
آن نکته که اصل بود ناگفته بماند

۹

این کوزه که پرگر ده و پرداخته اند
بشکسته و بر رهگذر انداخته اند
زنهار که پائے بر سفالش ننهی
کان کوزه ز کاسه سرے ساخته اند

۱۰

تا چند ز غصه ها دلت خون گردد
روزے دو بکام دل بران کز پی آن
چاسے دگرش که عشرت افزون گردد
پیدا نشود که حالها چون گردد

۱۱

ساقی چو ستم همه باندازه کند
هر دم ز غمت گوشه چشمے بفگن
فریاد مرا بلند آوازه کند
کان نرگس مست جان من تازه کند

۱۲

ساقی قدحے که جان فزائے تو بود
آنجا که توئی هزار خورشید فلک
خوش وقت کسے که خاکپائے تو بود
سرگشته چو ذره در هوائے تو بود

۱۳

ساقی چه صلاح از مجنون آید
پیکن قدحے - تهی دست و دل ایم
حال از تو مگر باز بفشانون آید
از دست و دل تهی چه بیرون آید

۱۴

ساقی گل بخت هر که پژمرده بود
چشمے که چو شمع زنده دور از رخ تست
با گرمی عیش هم دل افسرده بود
چشمیست که زنده بر تن مرده بود

۱۵

ساقی ز زمانه چند بیداد رسد
فریاد چه سود چون بود بخت بخواب
تا چند ستم بر دل ناشاد رسد
بیداری دل مگر بفریاد رسد

۱۶

ساقی! دو جهان کجا و یک غم ارزد
عالم چه کنیم گوشهٔ چشم فگن
یک جام بده که ملک صد جم ارزد
یک گوشهٔ چشم تو دو عالم ارزد

۱۷

ساقی! قدح از ساغر مے می باشد
دیوانه من از هجر تو ام عیب مکن
عیش و طرب از نوای نے می باشد
دیوانگی از برای کسے می باشد

۱۸

ساقی چو بکف جام شرابے گیرد
چون ساقی ما که خضر راه کرم است
از بهر دلم جگر کبابے گیرد
کس نیست که دست کس بآبے گیرد

۱۹

ساقی ز غم تو هر که مدهوش بود
خندان چو گل بهشت از دوزخ غم
خاموش بود اگرچه در جوش بود
این کار عجب مردان خاموش بود

۲۰

ساقی بشنو گر شوم همدم چه شود
زان هجر کرم که عاشقی کام رواست
زخم دل ما رسد بمرهم چه شود
یک جرعه رسد بکام ما هم چه شود

۲۱

ساقی ز ادب مست تو گر دور بود
گر مست حقیقت است و گر مست مجاز
خویش بخود بدا اگرچه مستور بود
پیوسته گمان مهر مستور بود

۴۲

ساقی! قدحے کہ ہر کہ بیدار بود
ہر کس کہ حیات جوید از ظلمت دہر
امید خیالش از لب یار بود
آخر ز حیات خویش بیزار شود

۴۳

ساقی سر اگر جدا بہ تیغ از تو بود
گر ہر سر موئے صد ہزارم جان است
خونبار دو دیدہ ہمچو میغ از تو بود
تا مردم اگر یکے دریغ از تو بود

۴۴

ساقی قدحے کہ سوزِ دل غم نرود
بوسے کہ چو غنچہ در دماغم رستہ است
تا روغن بادہ در چراغم نرود
مستم ز شگفتگی ازو داغم نرود

۴۵

ساقی دلِ من ز طبع زیاری ببرید
جان داشتنت امید داری و آخر کار
ور بخت امید سایہ داری ببرید
ور بخت امید سایہ داری ببرید

۴۶

ساقی مئے گر ز ساغر جم باشد
من بندۂ آن کسم کہ در دور فلک
در دور وے محنت از خم غم باشد
بر ہر چہ نصیب اوست خرم باشد

۴۷

ساقی بہ بہشت اگرچہ راہم بدہند
این بادہ نہ در خور گدائے چو منست
خواہم من ازان چشم سیاہم بدہند
یک جرعہ اگر بعشق شاہم بدہند

۲۸

ساقی قدحی که گر بتان ناز کنند — مستان به نیاز کار خود ساز کنند
چندان به در میکده سر خواهم زد — گر عیب تو بری برخ من باز کنند

۲۹

ساقی قدحی ورنه چنین خواهم مرد — در هوش کنم که من چنین خواهم مرد
من باده پرست بوده ام تا هستم — این دین ملیست من بدین خواهم مرد

۳۰

ساقی که ز آفتاب رخ مستم کرد — چون ذره بلندی شدم پستم کرد
بگداختم چو مه ز لاف هستم با تو — چون نیست شدم ز باده مستم کرد

۳۱

در راه تو گر رهی به کامی بخشند — صد مجرم را به یک جامی بخشند
آن روز که خلعت سعادت دو رتل — صد ساله گناه را به جامی بخشند

۳۲

ما را ز خرابات خراب آوردند — در میکده بردند و شراب آوردند
گفتم که شراب را کبابی باید — دلها همه بردند و شراب آوردند

۳۳

آنها که به کام دل جهان داشته اند — ناکام جهان بجای بگذاشته اند
تو پنداری که جاودان خواهی ماند — پیش از تو همین ایشان چو تو پنداشته اند

۳۴۴

در کوی خرابات جگر سوزی چند — بنشسته ... با دل افروزی چند
در دست گرفته باده ... — هم بگذرد و نماند این روزی چند

۳۴۵

ای دل مطلب وصال معشوقی چند — مشغول مشو بهر مشغولی چند
پیرامن آستان درویشان رو — باشد که شوی قبول مقبولی چند

۳۴۶

آنان که بمذهب تناسخ فردند — دی می شدی و ترا نظر می کردند
سوگند بجان یکدگر می خوردند — کاین یوسف مصری ست که باز آوردند

۳۴۷

بر من قلم قضا چو بی من رانند — پس نیک و بدش چرا ز من می دانند
دی بی من و امروز چو دی بی من و تو — فردا بچه حجتم بداور خوانند

۳۴۸

کفر از چو منی گزاف آسان نبود — محکم تر از ایمان من ایمان نبود
در دهر چو من یکی و آنگه کافر — پس در همه دهر یک مسلمان نبود

۳۴۹

ای خرم و شاد از دل آگاه تو عید — آراسته باد از رخ چون ماه تو عید
تا کسب سعادت کند و عزم شرف — آید بمبارکی بدرگاه تو عید

۴۰

از لقمهٔ نفس هر که پروردهٔ چشد
روباه مشو اگرچه پوست اسد
گر بی‌غرضی ز من شنیدن داری
خاصیت نان و قند نگسست چشد

۴۱

ما را چه از آن که ناکسی بد گوید
زان عیب که در ماست یکی صد گوید
ما آینه ایم و هر که در ما نگرد
هر نیک و بدی که گوید از خود گوید

۴۲

ما را گویند که دوزخ افراشته اند
وانگه ز گناه تو بپا انباشته اند
کی رفت بدوزخ که گناه ما دید
وز بهر چه پیغمبر و دین داشته اند

۴۳

تا جان من از کالبدم گردد فرود
هر چیز که بهتر است آن خواهم کرد
صد تیر ز پیشش که ملامت کنندم
مرزن جلبی را غم خود باید کرد

۴۴

این چرخ بسی چو ما کشت و درود
غم خوردن بیهوده نمی دارد سود
پر کن قدحی می بکفم بر نه زود
تا باز خورم که بود نیها همه بود

۴۵

آن کاسه که بسیار نگون ساخته اند
بشکسته و در رهگذر انداخته اند
زنهار قدم بر دبا هسته نهی
کان کاسه ز کاسه های سر ساخته اند

۴۶

ای نام تو سر دفتر اسرار وجود
در پردهٔ کبریا نهان گشته ز خلق
نقش و صفت تو بر در و دیوار وجود
بنشسته عیان بر در و دیوار وجود

۴۷

قدر گل و مل باده پرستان دانند
از بی خبری بی خبران معذورند
نه تنگدلان و تنگدستان دانند
ذوقیست درین باده که مستان دانند

۴۸

ز آوردن من نبود گردون را سود
وز هیچ کسی نیز دو گوشم نشنید
وز بردن من جاه و جلالش نفزود
کآوردن و بردن من از بهر چه بود

۴۹

بوی خوش گل به چمن خاری ارزد؟
باری که از او هزار جان تازه شود
گر باده خوری هم به خماری ارزد؟
انصاف بده که انتظاری ارزد؟

۵۰

آنکس که زمین و چرخ و افلاک نهاد
بسیار لب چو لعل و زلفین چو مشک
بس داغ که او بر دل غمناک نهاد
در طبل زمین و حقهٔ خاک نهاد

۵۱

خورشید کمند صبح بر بام افکند
می خور که منادی سحرخیزان
کیخسرو روز باده در جام افکند
آوازهٔ اشربوا در ایام افکند

۵۲

دستی چو نشد که جام و ساغر گیرد
حیفست که آن فسرده دم گیرد
تو زاهد خشکی و منم فاسق تر
آتش نشنیده ام که در تر گیرد

۵۳

زان پیش که نام تو ز عالم برود
می خور که چو می رسد بدل غم برود
بگشای سر زلف بتی بند ز بند
زان پیش که بند بندت از هم برود

۵۴

چون رزق تو آنچه بود قسمت فرمود
یک ذره نه کم شد و نخواهد افزود
آسوده ز هرچه هست می باید شد
آزاده ز هرچه هست می باید بود

۵۵

جانم بفدای آنکه او اهل بود
سر در قدمش اگر نهم سهل بود
خواهی که بدانی بیقین دوزخ را
دوزخ بجهان صحبت نااهل بود

۵۶

در کارگه تو از طالع من هیچ فزود
در معصیتی که رفت نقصانی بود
بگذار و بگیر زانچه مسلم شد
گیرنده دیری و گذارنده زود

۵۷

آنها که کهن شدند و اینها که نوند
هر یک بمراد خویش یک یک برسند
این سفله جهان بکس نماند جاوید
رفتند و روند و دیگر آیند و روند

۵۸

دل چراغیست که نور از رخ دلبر گیرد
در پی بردن غمش زندگی از سر گیرد
صفت شمع به پروانه ولی باید گفت
کاین حدیثیست که با سوختگان در گیرد

۵۹

می گرچه حرام است ولی تا که خورد
وانگاه چه مقدار و دگر با که خورد
آنگاه که این چهار شرط آید جمع
پس می نخورد مردم دانا که خورد

۶۰

آنها که فلک دیده و دهر آرایند
آیند و روند و باز با دهر آیند
در دامن آسمان و در زیر زمین
خلقیست که تا خدا بدهر آسایند

۶۱

این قافلهٔ عمر عجب می گذرد
دریاب دمی که با طرب می گذرد
ساقی غم فردای حریفان چه خوری
پیش آر پیاله را که شب می گذرد

۶۲

آنها که در آمدند و در جوش شدند
آشفتهٔ ناز و طرب و نوش شدند
خوردند پیاله ای و مدهوش شدند
در خواب عدم جمله هم آغوش شدند

۶۳

چشم تو ارچه مانندشان یکی اند
یک رای بدان که عاقلان یکی اند
بربای نصیب خویش کت بربایند
بسیار چو تو شدند و بسیار آیند

۶۴

پوشیده مرقع اند این خامی چند
بگرفته ز طامات الف لامی چند
نارفته ره صدق و صفا گامی چند
بدنام کننده نکونامی چند

۶۵

آن کس که گنه بنزد او سهل بود
علم ازلی - علت عصیان کردن
این نکته نگوید آنکه او اهل بود
نزدیک حکیم غایت جهل بود

۶۶

سرّ همه - دانای فلک می داند
گیرم که بزرق خلق را بفریبی
کو موبمو و رگ برگ می داند
با او چه کنی که یک بیک می داند

۶۷

چون کار نه بر مراد ما خواهد بود
پیوسته نشسته ایم در حسرت آنکه
اندیشه و جهد ما کجا دارد سود
دیر آمده ایم و رفت می باید زود

۶۸

این چرخ جفا پیشه و عالی بنیاد
هرجا که یکی دید که داغی دارد
هرگز گره بسته کس را نگشاد
داغی دگرش بر سر آن داغ نهاد

۶۹

آن مرد نیم کز عدمم بیم آید
جانیست بعاریت بمن داده خدا
آن نیم مرا خوشتر ازین نیم آید
تسلیم کنم چو وقت تسلیم آید

۷۰

از واقعهٔ ترا خبر خواهم کرد — و آن را بدو حرف مختصر خواهم کرد

با عشق تو در خاک فرو خواهم شد — با مهر تو سر ز خاک بر خواهم کرد

۷۱

عاقل غم و اندیشهٔ لاشئ نخورد — جز جام لبالب پیاپی نخورد

غم در دل و باده در صراحی باشد — خاکش بسر آنکه غم نخورد و مے نخورد

۷۲

کم کن طمع از جهان بمیری خورسند — از نیک و بد زمانه بگسل پیوند

خوش باش دمے چنانکه این دور فلک — هم بگسلد و نماند این روزے چند

۷۳

در عالم جان بهوش می باید بود — در کار جهان خموش می باید بود

تا چشم و زبان و گوش بر جا باشد — بے چشم و زبان و گوش می باید بود

۷۴

این کوزه گران که دست در گل دارند — عقل و خرد و هوش بر آن بگمارند

مشت و لگد و طپانچه تا چند زنند — خاکے بدهان ست چه می پندارند

۷۵

لب بر لب کوزه هیچ دانی مقصود — یعنی لب من نیز چو لبهاے تو بود

آخر چو وجود من نمانده موجود — لبهات چنین شود بغفران درود

۷۶

شب نیست که عقل در تحیر نشود
وز گریه کنار من پر از در نشود
پر می نشود کاسهٔ سر از سودا
آن کاسه که سرنگون بود پر نشود

۷۷

آنها که محیط فضل و آداب شدند
در کشف علوم شمع اصحاب شدند
ره زین شب تاریک نبردند برون
گفتند فسانه‌ای و در خواب شدند

۷۸

آنها که اسیر عقل و تمییز شدند
در حسرت هست و نیست ناچیز شدند
رو باخبران تو آب انگور گزین
کاین بی‌خبران بغورهٔ مویز شدند

۷۹

پیری سر رای بی‌صوابی دارد
گلنار رخم برنگ آبی دارد
بام و در و چار رکن دیوار وجود
ویران شد و روی در خرابی دارد

۸۰

آن عقل که در ره سعادت پوید
روزی صد بار خود ترا می گوید
دریاب تو این یک دم صحبت که نه ای
آن تره که بدروند دیگر روید؟

(حاشیه: این تن که چو)

۸۱

هر چند دلم ز علم محروم نشد
کم ماند ز اسرار که مفهوم نشد
اکنون که بروی کار در می‌نگرم
معلومم شد که هیچ معلوم نشد

۸۲

نابرده به صبح در طلب شامی چند — تنها ده برون از خویشتن گامی چند
در کسوت خاص آمده از عامی چند — بدنام کننده نکو نامی چند

۸۳

امشب می جام یک منی خواهم کرد — خود را به دو جام می غنی خواهم کرد
اول سه طلاق عقل و دین خواهم گفت — پس دختر رز را به زنی خواهم کرد

۸۴

تا چند اسیر رنگ و بو خواهی شد — چند از پی هر زشت و نکو خواهی شد
گر چشمهٔ زهری و گر آب حیات — آخر به دل خاک فرو خواهی شد

۸۵

آن کاسه‌گری که کاسهٔ سرها کرد — در کاسه گری هنر خود پیدا کرد
بر خوان وجود تا کنون کاسه نهاد — وان کاسهٔ سرنگون ترا رسوا کرد

۸۶

اجرام که ساکنان این ایوانند — اسباب تردد خردمندانند
هان تا سر رشتهٔ خرد گم نکنی — کانان که مدبرند سرگردانند

۸۷

هر صبح که روی لاله شبنم گیرد — بالای بنفشه در چمن خم گیرد
انصاف مرا ز غنچه خوش می‌آید — کو دامن خویشتن فراهم گیرد

۸۸

وقتیست که از سبزه جهان آرایند
عیسی نفسان ز خاک بیرون آیند

موسی صفتان ز شاخ کف بنمایند
در چشم سحاب و بیدها بگشایند

۸۹

در دهر هر آنکه نیم نانی دارد
نه خادم کس بود نه مخدوم کسی

وز بهر نشست آشیانی دارد
گو شاد بزی که خوش جهانی دارد

۹۰

گردون ز زمین هیچ گلی بر نارد
گر ابر چو آب خاک را بردارد

کش نشکند و باز بگل بسپارد
تا حشر همه خون عزیزان بارد

۹۱

زان سبزگلی که پیر دهقان دارد
از مرگ آزاد و بیدگون که بسان

پر کن که دلم میل فراوان دارد
در زیر گل آرزو فراوان دارد

۹۲

روزی که جزای هر صفت خواهد بود
ور حسن صفت کوش که در عرصهٔ آن

قدر تو بقدر معرفت خواهد بود
حشر تو بصورت صفت خواهد بود

۹۳

زان پیش که غمهات شبیخون آرند
تو زر نه ای غافل نادان که ترا

فرمای که تا باده گلگون آرند
در خاک نهند و باز بیرون آرند

۹۴

چون مردہ شوم خاک مرا گم سازند
احوال مرا عبرت مردم سازند
پس خاک و گلم بباده آغشته کنند
وز کالبدم خشت سر خم سازند

۹۵

قومے ز گزاف در غرور افتادند
قومے ز پئے حور و قصور افتادند
معلوم شود چو پردہا بر دارند
کز کوئے تو دور دور افتادند

۹۶

توبہ نہ کند ہر کہ شرابش باشد
او بادہ کہ چون آب حیاتش باشد
اندر رمضان اگر کسے توبہ کند
بارے ز نماز ہا نجاتش باشد

۹۷

مے باید خورد و کام دل باید راند
در دل نتوان درخت اندوہ نشاند
ہموارہ کتاب خرمی می باید خواند
پیدا است کہ چند در جہان خواہی ماند

۹۸

وقتے کہ طلوع صبح ازرق باشد
باید بکفت جام مروق باشد
گویند کہ حق تلخ بود در ہمہ حال
باید ہمہ حال کہ مے حق باشد

۹۹

از بادۂ شب اگر خمارم نبود
مے خوردن روز اختیارم نبود
گفتی بکن اختیار مے خوردن روز
در خوردن روز بخت یارم نبود

۱۰۰

در دهر چو آوازهٔ گل تازه دهند
فرما پیالهٔ می باندازه دهند
از دوزخ وز بهشت وز حور و قصور
فارغ بنشین که آن خود آوازه دهند

۱۰۱

گویند بهشت و حور عین خواهد بود
وانجا می ناب و انگبین خواهد بود
گر ما می و معشوق پرستیم رواست
چون عاقبت کار همین خواهد بود

۱۰۲

امروز که توسن فلک زین کردند
آرایش مشتری و پروین کردند
این بود نصیب ما ز دیوان قضا
ما را چه گنه قسمت ما این کردند

۱۰۳

آنها که کشندهٔ شراب ناب اند
وانها که بشب مدام در محراب اند
بر خشک کسی نیست همه در آب اند
بیدار یکی هست و دگران در خواب اند

۱۰۴

می خور که همین بسی سها خواهد شد
خوش زی که سهی بسی سها خواهد شد
بر طرف چمن ز زندگی بر خورد
زیرا که چمن بسی چو ما خواهد شد

۱۰۵

شب نیست که آه من بکیوان نرسد
وز گریهٔ من سیل بپایان نرسد
گفتی که بنو باده خورم پس فردا
شاید که مرا عمر بفردا نرسد

۱۰۶

یاران چو باتفاق میعاد کنید
خود را بجمال یکدگر شاد کنید
ساقی چو مئے مغانہ در کف گیرد
بیچارہ فلان را بدعا یاد کنید

۱۰۷

روزیست خوش و ہوا نہ گرمست نہ سرد
ابر از رخ گلزار ہمی شوید گرد
بلبل بزبان حال خود با گل زرد
فریاد ہمی کند کہ مے باید خورد

۱۰۸

گہ وقت خوشت نمی پستی گذرد
گاہ در غم نیستی و ہستی گذرد
مے خور بچنین عمر کہ مرگ از پے اوست
آن بہ کہ بخواب یا بمستی گذرد

۱۰۹

مئے خور کہ نشست بخاک در ذرہ شود
خاکستر پس از آن پیالہ و خمرہ شود
از دوزخ و از بہشت فارغ می باش
عاقل بچنین عمر چرا غرہ شود

۱۱۰

عشقے کہ مجازی بود آبش نبود
چون آتش نیم مردہ تابش نبود
عاشق باید کہ سال و ماہ و شب و روز
آرام و قرار و خورد و خوابش نبود

۱۱۱

ایزد بہ بہشت وعدہ با ما مے کرد
پس در دو جہان حرام مے را کے کرد
شخصے ز عرب ناقہ خمرہ پے کرد
پیغمبر با حرام مے بر وے کرد

۱۱۲

اکنون که ز خوشدلی بجز نام نماند	امروز که در دست بجز جام نماند
دست طرب از ساغر می باز مگیر	یک همدم پخته جز می خام نماند

۱۱۳

گویند بهشت و حوض کوثر باشد	وانجا می ناب و شهد و شکر باشد
پر کن قدح باده و بر دستم نه	نقدی ز هزار نسیه خوشتر باشد

۱۱۴

آن قوم که در مقام تمکین نشستند	با آخر کار جمله مسکین رفتند
مسکین مسکین بمرگ هم می گفتند	وان طائفه کاندر رهٔ تمکین رفتند

۱۱۵

در راه چنان رو که سلامت نکنند	با خلق چنان زی که قیامت نکنند
در مسجد اگر روی چنان رو که ترا	در پیش نخوانند و امامت نکنند

۱۱۶

در راه خرد بجز خرد را مپسند	چون هست رفیق نیک بد را مپسند
خواهی که همه جهان ترا بپسندد	می باش بخوشدلی و خود را مپسند

۱۱۷

خواهی که ترا رتبت احرار رسد	مپسند که کس را ز تو آزار رسد
از مرگ میندیش و غم رزق مخور	کین هر دو بوقت خویش ناچار رسد

۱۱۸

در چرخ بانواع سخنها گفتند — این بی خبران گوهر دانش سفتند
واقف چو نگشتند بر اسرار فلک — اوّل زنخی زدند و آخر خفتند

۱۱۹

این خلق همه خران با افسوس اند — پُر مشغله و میان تهی چون کوسند
خواهی که کفِ پاسے تمامی بوسند — خوش نام بزی که بندهٔ ناموس اند

۱۲۰

مے نوش که تا عمر از نهادت برود — شغلِ دو جهان با جگر از یادت ببرد
روی آتشِ تر گزین که این آبِ حیات — آنگه که شوی خاک ز یادت برود

طلب کن

۱۲۱

مے خور که ز تو کثرت و قلت ببرد — و اندیشهٔ هفتاد و دو ملت ببرد
پرهیز مکن ز کیمیایے که ازو — یک جرعه مے هزار علت ببرد

۱۲۲

چون شاهدِ روح خانه پرداز شود — هر چیز باصلِ خویشتن باز شود
این سازِ وجود را بابریشم طبع — از زخمهٔ روزگار بے ساز شود

۱۲۳

گویند هر آنکسان که با پرهیزند — زانسان که بمیرند چنان برخیزند
ما با مے و معشوق ازانیم مقیم — بوتا که بحشر با چنان انگیزند

۱۲۴

اے ہم نفسان مرا ز مے قوت کنید
وین چہرۂ کہربا چو یاقوت کنید
چون فوت شوم ز مے بشوئید مرا
وز چوب رزم تختۂ تابوت کنید

۱۲۵

اندیشۂ جرمم چو بخاطر گذرد
از آتش سینہ آبم از سر گذرد
لیکن شنیدست بندہ چون توبہ کند
مخدوم - بلطف از سر آن گذرد

۱۲۶

یک جام ہزار مرد با دین ارزد
یک جرعۂ مے مملکت چین ارزد
در روئے زمین ز بادہ خوشتر نبود
تلخے کہ ہزار جان شیرین ارزد

۱۲۷

چون عشق ازل بود مرا انشا کرد
بر من ز نخست درس عشق املا کرد
وانگاہ قراضۂ زر قلب مرا
مفتاح خزائن در معنی کرد

۱۲۸

در میکدہ جز بمے وضو نتوان کرد
وان نام کہ زشت شد نکو نتوان کرد
خوش باش کہ این پردۂ مستوری ما
بدریدہ چنین شد کہ رفو نتوان کرد

۱۲۹

آنہا کہ اساس کار بر زرق نہند
آیند میان جان و تن فرق نہند
بر فرق نہم سبوئے مے من پس ازین
کہ ہمچو خروسم ارہ بر فرق نہند

۱۳۰

عید آمد و کارها نکو خواهد کرد
ساقی می ناب در سبو خواهد کرد
افسار نماز و پوزبند روزه
عید از سر این خران فرو خواهد کرد

۱۳۱

مگذار که غصّه در حصارت گیرد
و اندوه محال روزگارت گیرد
می خور بکنار سبزه و آب روان
زان پیش که خاک در کنارت گیرد

۱۳۲

گویند بحشر گفتگو خواهد بود
وان یار عزیز تندخو خواهد بود
از حشر نگو بجز نکوی ناید
خوش باش که عاقبت نکو خواهد بود

۱۳۳

خوش باش که ماه عید نو خواهد شد
نی کار کسی بکار او خواهد شد
ای ساقی اگر باده دهی گر ندهی
میدان که سر جمله فرو خواهد شد

۱۳۴

در وقت اجل چو کارم آماده کنند
در بستر خاکم ز سنخ ساده کنند
در خاک لحد چو خشت خواهند نهاد
زنهار که آب و گلش از باده کنند

۱۳۵

گر یک نفس از زندگانی گذرد
مگذار که جز بشادمانی گذرد
زنهار که سرمایهٔ این ملک جهان
عمر است چنان کش گذرانی گذرد

۱۳۶

دادم بامید روزگاری برباد
زان می ترسم که روزگارم ندهد
نابوده ز روزگار خود روزی شاد
چندانکه بروزگار بستانم داد

۱۳۷

یک روز فلک کار مرا ساز نکرد
یک دم نفسی از سر شادی نزدم
هرگز سوی من دمی خوش آواز نکرد
کان روز که صد در غمم باز نکرد

۱۳۸

می باید بود و می باید بود
دایم سبقی ز عشق می باید خواند
سر تا بقدم بدر رو می باید بود
در کوچه دوست گر دمی باید بود

۱۳۹

مسکین تن من که در غریبی فرسود
عمرم بگذشت و یکدمان شاد نبود
آوازه ز خانمان نمی دارد سود
تا عاقبتم اجل کجا خواهد بود

۱۴۰

آورد باضطرابم اول بوجود
رفتیم باکراه ندانیم چه بود
جز حیرتم از حیات چیزی نفزود
زین آمدن و بودن و رفتن مقصود

۱۴۱

آنها که بفکر در معنی سفتند
سر رشته اسرار ندانست کسی
در ذات خداوند سخنها گفتند
اول زنخی زدند و آخر خفتند

۱۴۲

آنها که خلاصهٔ جهان انسانند — بر اوج فلک براق همت رانند
در معرفت ذات تو مانند فلک — سرگشته و سرنگون و سرگردانند

۱۴۳

از مے طرب و نشاط و مردی خیزد — در جمع کتب خشکی و سردی خیزد
رو - باده بخور که سرخ خواهی ماند — که خوردن سبزه روے زردی خیزد

۱۴۴

بیمارم و تب در استخوانم دارد — تا خوردن مے قصد بجانم دارد
وین طرفه نگر که هرچه در بیماری — جز باده خورم همه زیانم دارد

۱۴۵

پیرم و مئے نکوے و لب جوے ولی کرد — تا بتوانم عیش و طرب خواهم کرد
تا بوده ام و باشم و خواهم بودن — مے خورده ام و می خورم و خواهم خورد

۱۴۶

خوش باش که دهر بیکران خواهد بود — بر چرخ ز اختران نشان خواهد بود
خشتے که ز قالب تو خواهند زدن — بنیاد سرائے دیگران خواهد بود

۱۴۷

ماه رمضان چنانکه امسال آمد — بر پائے خرد بند گران حال آمد
اے بار خدا و خلق را غافل ساز — چندان که گمان کنند شوال آمد

	۱۴۸	
افسوس که نامهٔ جوانی طی شد		وین تازه بهار ارغوانی طی شد
وان مرغ طرب که نام او بود شباب		فریاد کی آمد و ندانم کی شد
	۱۴۹	
می خواره اگر غنی بود عور شود		ور عربده اش جهان پر از شور شود
در حقهٔ لعل از آن زمرد ریزیم		تا دیدهٔ افعی غمم کور شود
	۱۵۰	
هر لذت و راحتی که خلاق نهاد		از بهر مجردان آفاق نهاد
هر کس ز طلاق منقلب گشت بجفت		آسایش خود ببرد و بر طاق نهاد
	۱۵۱	
فردا الم فراق طی خواهد شد		با طالع سعد قصد می خواهد شد
معشوقه موافق است و ایام بکام		اکنون بحکم نشاط کی خواهد شد
	۱۵۲	
موجود حقیقی بجز انسان نبود		بر فهم کسی این سخن آسان نبود
یک جرعه ازین شراب بی غش میکش		تا خلق خدا پیش تو یکسان نبود
	۱۵۳	
چون نیست درین زمانه سودی ز خرد		جز بی خرد از زمانه بر می نخورد
پیش آر از آنکه او خرد را ببرد		تا بو که زمانه سوی ما بنگرد

۱۵۴

پیوسته خرابات ز رندان خوش باد
در دامن زهد زاهدان آتش باد
آن دلق بصد پاره و آن صوف کبود
افتاده بزیر پای دردی‌کش باد

۱۵۵

در سر هوس بتان چون حورم باد
در دست همیشه آب انگورم باد
گویند کسان مرا خدا توبه دهاد
او خود ندهد من نکنم دورم باد

۱۵۶

در دهر کسی بگل عذاری نرسید
تا بر دلش از زمانه خاری نرسید
در شانه نگر که تا بصد شاخ نشد
دستش بسر زلف نگاری نرسید

۱۵۷

از آب عدم تخم مرا کاشته‌اند
از آتش غم روح من افراشته‌اند
سرگشته چو باد می‌دوم گرد جهان
تا خاک من از چه جائی برداشته‌اند

۱۵۸

قومی که بخواب مرگ سر باز نهند
تا حشر ز قال و قیل خود باز رهند
تا کی گوئی که کس خبر باز نداد
ورزانکه خبری از چه خبر باز دهند

۱۵۹

توبه مکن از می اگرت می باشد
صد تائب بادغات در پی باشد
گل جامه دران و بلبلان نعره زنان
در وقت چنین توبه روا کی باشد

۱۶۰

تا با شرابِ جان افشانم ندهد
صد بوسه فلک بر سر و پایم ندهد
گویند که توبه کن اگر وقت آید
چون تا توبه کنم اگر خدایم ندهد

۱۶۱

کس را پسِ پردهٔ قضا راه نشد
وز سرِّ خدا هیچکس آگاه نشد
هر کس ز سرِ قیاس چیزی گفتند
معلوم نگشت و قصه کوتاه نشد

نقدر

۱۶۲

یک نان بدو روز گر شود حاصلِ مرد
وز کوزه شکسته‌ٔ دمے آبے سرد
مامورِ کسے دگر چرا باید بود
تا خدمتِ چون خودے چرا باید کرد

۱۶۳

چندان مَرو این ره که دوئی برخیزد
گر نیست دوئی ز رهروی برخیزد
تو او نشوی ولیک گر جهد کنی
جائے برسی کز تو توئی برخیزد

۱۶۴

با مَئے بکنارِ جوے می باید بود
از غصه کنارِ جوے می باید بود
این نزهتِ عمرِ ما چو گل ده روزست
خندان لب و تازه روئے می باید بود

۱۶۵

طبعم همه با روئے چو گل می خندد
دستم همه با ساغر و مل پیوندد
از هر جزوے نصیبِ خود بردارم
زان پیش که جزوها بکل پیوندد

۱۶۶

تا زهره و مه بر آسمان شد پدید
بهتر ز می لعل کسی هیچ ندید
من در عجبم که می فروشان کایشان
به زانکه فروشند چه خواهند خرید

۱۶۷

شخصی که بنقد مست و رو می سازد
پیوسته همه کار عدو می سازد
گویند قرابه گر مسلمان نبود
آن را تو ثنا گو که کدو می سازد

۱۶۸

گویند که ماه رمضان گشت پدید
من بعد بگرد باده نتوان گردید
در آخر شعبان بخورم چندان می
کاندر رمضان مست بخسپم تا عید

۱۶۹

گر یار منید ترک طامات کنید
غمهای مرا بمی مکافات کنید
چون در گذرم خاک مرا خشت کنید
در رخنهٔ دیوار خرابات کنید

۱۷۰

آنها که جهان زیر قدم فرسودند
واندر طلبش هر دو جهان پیمودند
آگاه نمی شوم که ایشان هرگز
زین حال چنانکه هست آگه بودند

۱۷۱

تا خاک مرا بقالب آمیخته اند
بس فتنه که از خاک برانگیخته اند
من بهتر ازین نمی توانم بودن
کز بوته مرا چنین برون ریخته اند

۱۶۲

من می خورم و هر که چو من اهل بود — می خوردن او نزد خدا سهل بود
می خوردن من حق ز ازل می‌دانست — گر می نخورم علم خدا جهل بود

۱۶۳

کس مشکل اسرار ازل را نگشاد — کس یک قدم از نهاد بیرون ننهاد
من می نگرم ز مبتدی تا استاد — عجز است بدست هر که از مادر زاد

۱۶۴

از دفتر عمر پاک می باید شد — در دست اجل هلاک می باید شد
ای ساقی مه لقا تو خوش خوش بارا — آبی درده که خاک می باید شد

۱۶۵

سودازده را باده پر و بال بود — می بر رخ خاتون خرد خال بود
ماه رمضان باده نخوردیم و گذشت — باری شب عید از مه شوال بود

۱۶۶

بدخواه کسان هیچ بمقصد نرسد — یک بد نکند تا بخودش صد نرسد
من نیک تو خواهم و تو خواهی بد من — تو نیک نه بینی و بمن بد نرسد

۱۶۷

شود ... تو در این قوم چه کردی که خرند — دانش چه بری که از تو دانش نخرند؟
سالی یکبار آید چو ... — روزی صد بار آبرویت ببرند

۱۷۸

خوش خرم دل آن کسی که معروف نشد
در جبّه و درّاعه و در صوف نشد
سیمرغ صفت بعرش پرواز کرد
در کنج خرابهٔ جهان بوف نشد

۱۷۹

افسوس که سرمایه ز کف بیرون شد
در دست اجل بسی جگرها خون شد
کس نامد از آن جهان که پرسم از وی
کاحوال مسافران عالم چون شد

۱۸۰

فردا که نصیب نیکبختان بخشند
قسمی بمن رند پریشان بخشند
گر نیک آیم مرا از ایشان شمرند
ور بد باشم مرا بدیشان بخشند

۱۸۱

آنها که بکار عقل در می کوشند
افسوس که جمله گاو نر می دوشند
آن به که لباس ابلهی در پوشند
کامروز بعقل تره مے بفروشند

۱۸۲

طبعم به نماز و روزه چون مائل شد
گفتم که مراد کلّیم حاصل شد
افسوس که آن وضو ببادے بشکست
وان روزه به نیم جرعهٔ مے باطل شد

۱۸۳

هر جرعه که ساقیش بخاک افشاند
در دیدهٔ من آتش غم بنشاند
سبحان الله تو باده می پنداری
آبی که ز صد درد دلت برهاند

بسینهٔ گرم

۱۸۴

چون دست بدامانِ هوس می نرسد
در دِه قدحی دُرد که جامِ صافی
جامی بُراو دل بکس می نرسد
این شیشهٔ فیروزه بکس می نرسد

۱۸۵

خطی که ز روی یار برخاسته شد
در باغ رخش بهرِ تماشاگهِ جان
تو ظن نبری که حُسنِ او کاسته شد
گل بود و به سبزه نیز آراسته شد

۱۸۶

خون از دلِ افگار برون می آید
گر خون بچکد از مژه ام نیست عجب
در دیدهٔ خون بار برون می آید
زیرا که گل از خار برون می آید

۱۸۷

اندر رهِ عشق جمله صافان دُردند
اِمروز شب و روز ز فردا طلبند
و اندر طلبش جمله بزرگان خُردند
فردا طلبان در غمِ فردا مُردند

۱۸۸

بر من قلمِ قضا چو بی من رانند
دی بی من و اِمروز چو دی بی من و تو
پس نیک و بدش چرا ز من می دانند
فردا بچه حجتم بداور خوانند

۱۸۹

دشمن که مرا همیشه بد می بیند
در آئینهٔ درونِ خود می نگرد
حقا که نه از روی خرد می بیند
آن صورتِ مُرده رنگِ خود می بیند

۱۹۰

تقصیر جامهٔ عمر کهنه نو خواهد شد
نیست جهان بکام تو خواهد شد
مے خور لب جو و کوزه اندوه مخور
کین کوزه چو بشکست سبو خواهد شد

۱۹۱

با مردم نیک بد نمی باید بود
در بادیهٔ دیو و دد نمی باید بود
مفتون معاش خود نمی باید بود
مغرور بفضل خود نمی باید بود

۱۹۲

زلفین تو با شکست ختن بازی کرد
با لعل لب تو روح دمسازی کرد
بالاے ترا بسرو نسبت کردم
زان روز سهی سرو سرفرازی کرد

۱۹۳

زان پیش که گور سر زمین آگنده شود
و اجزاے هر کیم پراگنده شود
اے باده سر از گور صراحی بردار
باشد که دل فسردهٔ من زنده شود

۱۹۴

نگفتیم زمانه آشفته نماند
با آنکه ز صد گهر یکے سفته نماند
افسوس که صد هزار معنی دقیق
از بیخردی خلق ناگفته بماند

۱۹۵

آنان که بکهنه نو سے موصوف اند
دایم بکفے بنگ و دو نان موقوف اند
گو بیا که شبلی و جنیدیم همه
شبلی نه ولی در که خم معروف اند

	۱۹۶	
ناقص بود آنکه باده را نقص کند روح است که از تربیت شخص کند اے باده پرورش جسم		گر باده بکوه برزنی رقص کند از باده مرا توبه چه می فرمائی
	۱۹۷	
در پائے اجل یگان یگان پست شدند دورے دو سه پیشتر بد مست شدند		یاران موافق همه از دست شدند بودند بیک شراب در مجلس عمر
	۱۹۸	
گر شود جهان جمله زیانم باشد من کے دانم که آن جهانم باشد		مئے خواهم خورد تا که جانم باشد اے جانِ جہان - درین جہان خوش نیم
	۱۹۹	
برخیز و مئے مغانه را در ده زود برخیز که خفتنت بسے خواهد بود		ساقی علم سیاهِ شب - صبح ربود بکشا زہم دو نرگس خواب آلود
	۲۰۰	
مستانه ترا ترانه لب باشد ما را سرِ تازیانه لب باشد		سودائے ترا بہانه لب باشد درکشتن ما چرا کشد چشم تو تیغ
	۲۰۱	
با نسبت عالی پدر می باید کینها همه هیچ زر می باید		گویند که مرد را هنر می باید امروز چنان شد است در نوبت ما

۲۰۲

خوش باش که عالم گذران خواهد بود
روح از پی تن نعره زنان خواهد بود
این کاسه سرها که تو بینی بیک چند
زیر قدم کوزه گران خواهد بود

۲۰۳

من دامن زهد و توبه طی خواهم کرد
با موی سفید قصد می خواهم کرد
پیمانهٔ عمر ما بهفتاد رسید
این دم نکنم نشاط کی خواهم کرد

۲۰۴

هم دست من از شیشه بجامی نرسید
هم پای تمنا بمقامی نرسید
وان دل که بمانده بود در ناکامی
هم عاقبت الامر بکامی نرسید

۲۰۵

غم خوردن بیهوده کجا دارد سود
کین چرخ فلک بسی چو ما کشت و درود
پرکن قدح می که بکفم بنه زود
تا نوش کنم که بودنیها همه بود

۲۰۶

یک جرعه می ملک جهان می ارزد
خشت سر خم هزار جان می ارزد
آن کهنه که لب می از او پاک کنند
حقا که هزار طیلسان می ارزد

۲۰۷

انکه که نهال عمر بر کنده شود
واجرام زیک دگر پراگنده شود
ور زانکه صراحی کنند از گل ما
حالی که پر از باده کنی زنده شود

۲۰۸

آن قوم که سجاده پرستند خرند
دین از همه طرفه تر که در پردهٔ زهد
زیرا که بزیر بار سالوس درند
اسلام فروشند و ز کافر بترند

۲۰۹

شادی بها کن که آن دهان خواهد بود
تو باده خور و غم جهان هیچ مخور
جسم همه در خاک نهان خواهد بود
خود غم خورد آنکه در جهان خواهد بود

۲۱۰

اسرار ازل باده پرستان دانند
گر چشم تو حال من بداند نه عجب
قدر می و جام تنگدستان دانند
شک نیست که حال مستان مستان دانند

ردیف حرف راء مهمله

۱

با سفله نشند خوئے بے عقل و وقار
بد مستی و شور و عربدش و شب عیش
زنهار مخور باده که رنج آرد بار
درد سر و عذر خواهی اش روز خمار

۲

چون نیست ترا جز آنکه او داد قرار
هان تا نه نهی بر دل خود چندین بار
چندین ز پی مراد دل رنجه مدار
بگذشتن و بگذاشتنش آخر کار

۳

خشت سر خم ز ثروت جم بهتر
آه سحری ز سینهٔ خماری
بوی قدح از غذای مریم بهتر
از نالهٔ بوسعید و ادهم بهتر

۴

افلاک که جز غم نفزایند دگر
ننهند بجا تا نربایند دگر
نا آمدگان اگر بدانند که ما
از دهر چه می کشیم نایند دگر

۵

تا چند از این [illegible] ساقی "عمر"
تا چند مرا [illegible] ساقی "عمر"
حتی که من از [illegible]
چون جرعه بخاک ریزم این باقی عمر

۶

از بودنی ای دوست چه داری تیمار
وز فکرت بیهوده دل و جان افگار
خورّم بزی و جهان بشادی گذران
تدبیر نه با تو کرده اند اوّل کار

۷

از گردش روزگار بهره برگیر
بر تخت طرب نشین بکف ساغر گیر
از طاعت و معصیت خدا مستغنی است
باری تو مراد خود ز عالم برگیر

۸

وقت سحر است خیز ای طرفه پسر
پر باده لعل کن بلورین ساغر
کین یکدم عاریت درین کنج فنا
بسیار بجوئی و نیابی دیگر

۹

آن لعل در آبگینهٔ ساده بیار
وان محرم و مونس هر آزاده بیار
چون می دانی که مدّت عالم خاک
باد است که زود بگذرد باده بیار

۱۶

سستی مکن و فریضهٔ حق بگذار
ور خون کسی و مال کس قصد مکن
در عهدهٔ آن جهان منم - باده بیار
وان لقمه که داری ز کسان باز بدار

۱۷

دی کوزه گری بدیدم اندر بازار
وان گل بزبان حال با او می گفت
بر پاره گلی همی لگد زد بسیار
من همچو تو بوده ام مرا نیکو دار

۱۸

ای اهل قبور خاک گشتند و غبار
آه این چه شرابیست که تا روز شمار
هر ذره ز هر ذره گرفتند کنار
بیخود شده و بیخبر اند از همه کار

۱۹

کار همه عالم بمرادت شده گیر
گفتی که بکام خویش دستی بزنم
وین عمر برفته و اجل آمده گیر
خود نتوانی دگر توانی زده گیر

۲۰

مردانه درآ - ز خویش و پیوند ببر
هر چیز که هست سد راهست ترا
خود را تو ز بند زن و فرزند ببند
باشد - چگونه ره روی بسند ببر

۲۱

از چرخ بکام سر برافراشته گیر
از گنج و گهر هر چه مراد دل تست
وز عمر تمام بهره برداشته گیر
برداشته گیر و باز بگذاشته گیر

۲۲

گر باده خوری تو با خردمندان خور
یا با صنمی ساده رخی خندان خور
بسیار مخور ورد مکن فاش مساز
اندک خور و گه گاه خور و پنهان خور

۲۳

ای دل همه اسباب جهان خواسته گیر
وین خانه پر از نعمت و آراسته گیر
خوش باش و برین نشیمن کون و فساد
روز دو سه بنشسته و برخاسته گیر

۲۴

جانا اَمے صاف وقت گل خوش می خور
بر یاد بتان نغز دل کش می خور
مے خونِ رزست رز ترا می گوید
خون بر تو حلال کرده ام خوش می خور

۲۵

عمر تو چه دو صد و چه سیصد چه هزار
زین کهنه سرا برون برندت ناچار
گر بادشهی وگر گدائی بازا
این هر دو بیک نرخ بود آخر کار

۲۶

ای دل همه اسباب جهان خواسته گیر
باغ طربت بسبزه آراسته گیر
وانگاه بر آن سبزه شبی چون شبنم
بنشسته و بامداد برخاسته گیر

۲۷

ای دوست غم جهانِ بیهوده مخور
بیهوده غم جهانِ فرسوده مخور
چون بود گذشت و نیست نابود پدید
خوش باش و غم جهانِ نابوده مخور

۳۴

ساقی که نفس ز باد شاهی خوشتر
رویش ز ضیای صبح گاهی خوشتر
هر چند که دلخواه بود عیش جهان
دیدار خوش تو هر چه خواهی خوشتر

۳۵

[illegible] دار
یکچند [illegible] و چو [illegible]
زان رو که نبوده تو هیچ اول بار
صد بار بهتر [illegible] ازان آخر کار

۳۶

چون نیست درین دایره جز پرگار
از مایهٔ عمر هیچ برخوردار
هم در می لعل و زلف دلبر آویز
وین یک دم خویش را غنیمت میدار

۳۷

[illegible] با ترنج دلبران چالاک بخور
افعی غم است گزنده تریاک بخور
[illegible]
گر تو نخوری [illegible] خاک بخور

ردیف حرف زای معجمه

۱

گر گوهر طاعتت نسفتم هرگز
ور گرد رهت ز رخ نرفتم هرگز
نومید نیم ز بارگاه کرمت
دانی که یکی را دو نگفتم هرگز

۲

از جملهٔ رفتگان این راه دراز
باز آمده کو که بما گوید راز
تان بر سر این دو راه از آز و نیاز
چیزی نگذاری که نمی آئی باز

۳

رو بر سرِ افلاک جهان خاک انداز — می می‌خور و گرد خوبرویان می‌تاز
چه جائے عبادت است چه جائے نماز — کز جمله رفتگان یکے نامد باز

۴

این چرخ که با کسے نمی گوید راز — کشته است بستم هزار محمود و ایاز
مے خور که بکس عمر دوباره ندهند — هر کس که شد از جهان نمی آید باز

۵

با تو بخرابات اگر گویم راز — به زانکه بمحراب کنم بے تو نماز
اے اوّل و آخرِ همه خلق توئی — خواهی تو مرا بسوز خواهی بنواز

۶

در کتم عدم خفته بُدم گفتی خیز — در زن بجهان و در جهان شور انگیز
واکنون که بفرمانِ توام حیرانم — القصه چنان بود که کج دار و مریز

۷

بازے بودم پریده از عالم راز — تا بو که برم ره ز نشیبے بفراز
این جا که نیافتم کسے محرم راز — زان در که درآمدم برون رفتم باز

۸

اے دل چو حقیقتِ جهان هست مجاز — چندین چه بری خواری ازین رنجِ دراز
تن را بقضا سپار و با درد بساز — کین رفته قلم ز بهرِ تو ناید باز

۹

وقت سحر است خیز ای مایهٔ ناز
نرمک نرمک باده خور و چنگ نواز
کانها که بجا اند نپایند دراز
وانها که شدند کس نمی آید باز

۱۰

ایّام فنا دو روز و شب رنگ و تاز
بر چیزه نهاده روی و شیب و فراز
نه هیچ راه آورده خبر زهیچ دگر
نه هیچ پس افگنده بچیزه راه دراز

۱۱

ای مرد هنرمند نگه تو بچینند
وان کودک خاک بیز را گو بینند
وانگاه بگوشش که تمنالت بیمیر
مغز سر کیقباد و چشم پرویز

۱۲

ما عاشق آشفته و مستیم امروز
در کوی بتان باده پرستیم امروز
از هستی خویشتن بکلی رسته
پیوسته بمحراب الستیم امروز

۱۳

کردیم دگر شیوهٔ رندی آغاز
تکبیر فنا زدیم بر پنج نماز
هرجا که پیاله ایست ما را بینی
گردن چو صراحی سوی او کرده دراز

۱۴

بودی که نبودت بخور و خواب نیاز
کردند نیازمندت این پنج نیاز
هر یک بتو آنچه داد بستاند باز
تا باز چنان شوی که بودی ز آغاز

۱۵

معشوق که عمرش چو غمم باد دراز
امروز تلطفی بنو کرد آغاز
بر چشم من انداخت دمی چشم و برفت
یعنی که نکوئی کن و در آب انداز

۱۶

از عمر تو چونکه می نماند شب و روز
بگذار که بر تو خاک باشد شب و روز
روز و شب خویش را بشادی گذران
ای بس که نباشی تو و باشد شب و روز

۱۷

بر روی گل از ابر نقاب است هنوز
در طبع دلم میل شراب است هنوز
در خواب سحر که وقت خواب است هنوز
جام می ده که آفتاب است هنوز

۱۸

با مردم پاک اصل و عاقل آمیز
وز نا اهلان هزار فرسنگ گریز
گر زهر دهد ترا خردمند بنوش
ور نوش دهد ترا نا اهل بریز

۱۹

یارب تو جمال آن مه مهرانگیز
آراسته‌ٔ بسنبل و عنبر بیز
پس حکم همی کنی که در وی منگر
این حکم چنان بود که کج دار و مریز

۲۰

حکمی که ازو محال باشد پرهیز
فرموده و امر کرد کز وی بگریز
انگاه میان امر و نهیش عاجز
درمانده جهانیان که کج دار و مریز

۴۱

ما لعبتگانیم و فلک لعبت باز
از روی حقیقتی نه از روی مجاز
بازیچه همی کنیم بر نطع وجود
رفتیم بصندوق عدم یک یک باز

۴۲

افسوس ازین سگ بچۂ ترنگ دل ناز
کو در رفتن شب او بودے همراز
از بس که دلش با ستخوان مایل بود
شد عاقبتش نصیب دندان گراز

۴۳

رفتند ز رفتگان یکے نامد باز
تا با تو بگوید از پس پردۂ راز
کار تو به نیاز می گشاید نه نماز
بازیچه بود نماز بے صدق و نیاز

۴۴

لب بر لب کوزه بردم از غایت آز
تا زو طلبم واسطۂ عمر دراز
با من بزبان حال می گفت این راز
عمرے چو تو بوده ام دمے با من ساز

۴۵

اے بر همه سروران عالم فیروز
دانی که چه وقت می بود روح افروز
یکشنبه و دوشنبه و سه شنبه و چهار
پنجشنبه و آدینه و شنبه شب و روز

۴۶

می پرسیدی که چیست این نقش مجاز
گر بر گویم حقیقتش هست دراز
نقشے است پدید آمده از دریائے
وانگاه شده بقعر آن دریا باز

۲۷

ساقی دلم از تو در گداز است هنوز
گر بی تو تمام از صومعه نگشوده دری
امید بلطف چاره ساز است هنوز
باز آنکه در میکده باز است هنوز

۲۸

تا چند رخ عروس رز پاک مریز
خون دو هزار تا شب تا مداوم
جز خون دل زاهد غمناک مریز
بر خاک بریز و جرعه بر خاک مریز

۲۹

تا سر نکشم در سرت ای مایه ناز
هر چند که راهم بتو دور است و دراز
کوتاه نکنم ز دامنت دست نیاز
در راه بمیرم و نگردم ز تو باز

ردیف حرف س

۱

ای واقف اسرار ضمیر همه کس
یارب تو مرا توبه ده و عذر پذیر
در حالت عجز دستگیر همه کس
ای توبه ده و عذر پذیر همه کس

۲

آغاز دوران گشتن این زرین طاس
دانسته نمی‌شود به معیار عقول
وانجام خرابی چنین نیک اساس
سنجیده نمی‌شود به مقیاس قیاس

۳

از حادثه جهان آینده مترس
این یک دم نقد را غنیمت میدان
وز هرچه رسد چو نیست پاینده مترس
از رفته میندیش وز آینده مترس

۴

ای چرخ خسیس خس پرور خس
هرگز نروی تو بر مراد دل کس
چرخا! فلکا! ترا همین عادت بس
ناکس تو کسی کنی و کس را ناکس

۵

مرغی دیدم نشسته بر بارۀ طوس
در پیش نهاده کلۀ کیکاوس
با کله همی گفت که افسوس افسوس
کو بانگ جرسها و کجا نالۀ کوس

۶

ساقی! تو بغور من درویش برس
دردم ببرم برحمت خویش برس
صد ره دل ریشم بتو فریاد رساند
یک ره تو بفریاد من ریش برس

۷

ساقی! نظرے که دردے از جام تو بس
ور می نبود - عارض گل فام تو بس
جان مست شود چو نام ساقی شنود
اے راحت جان - مرا همی نام تو بس

۸

ساقی! ز اسیران جگر ریش بپرس
احوال مرا از همه کس پیش بپرس
بر مسند عیش فارغ از خار غمی
این را - ز برهنه پاے درویش بپرس

ردیف حرف ش

۱

خیام! اگر باده پرستی خوش باش
با ساده رخے اگر نشستی خوش باش
چون عاقبت کار جهان نیستی است
انگار - که نیستی - چو هستی خوش باش

۲

تا چند کنم عرضهٔ نادانی خویش
بگرفت دل من از پریشانی خویش
زنّار مغان که بر میان خواهم بست
دانی ز چه؟ از ننگ مسلمانی خویش

۳

جامیست که عقل آفرین می زندش
صد بوسه ز مهر بر جبین می زندش
این کوزه گرِ دهر اگر جام لطیف
می سازد و باز بر زمین می زندش

۴

از نامدها زرد مکن چهرهٔ خویش
ور آمدها آب مکن زهرهٔ خویش
بردار ز دنیاے دنی بهرهٔ خویش
زان پیش که دهر بر کشد دهرهٔ خویش

۵

با روئے نکو شراب روشن درکش
با دوست دل از جفاے دشمن درکش
با ساده رخے نشین و بگذار ز خویش
پیراهنِ کبر و هستی از تن درکش

۶

بگذار دلا وسوسهٔ عقل معاش
از هستی خویش تن بی چون او باش
در بزمِ قلندرانِ یکے بنشین
آزاده شو و شراب نوش و خوش باش

۷

اے دل مطلب ز دیگران مرهم خویش
خوش باش بهر و سه دلِ محرم خویش
تنها بنشین و خویشتن خور غم خویش
در هم دمست آرزو کند همدم خویش

۸

می گرچه حرامست مدامش می نوش
جامی ز مئی لعل اگرت دست دهد
با نغمهٔ چنگ صبح و شامش می نوش
یک قطره رها مکن تمامش می نوش

۹

سرمست ز میخانه گذر کردم دوش
گفتم ز خدا شرم نداری ای پیر
پیری دیدم مست سبوئی بر دوش
گفتا کرم از خداست می نوش خموش

۱۰

ایام شباب رفت و خیل حشمش
این قامت همچو تیر من گشته کمان
تلخ است مرا عیش ولی می چشمش
زه کرده ام از عصا و خوش می کشمش

۱۱

آن می که خضر خجسته دارد پاسش
من قوت دل و قوت روحش خوانم
آب حیاتست و منم الیاسش
چون گفت خدا منافع للناسش

۱۲

بگرفت مرا عشق بکاسه خویش
القصه چنان سوخت دلم از غم او
گفتا چو من آدم تو یا بیرون کش
کاتش همه هیزم شد و هیزم آتش

۱۳

ای چرخ مرا کش به بدیّ خویش
من خود ز غم خویش و ز هستی خویش
بشناس بلندی من و پستی خویش
پیوسته ملول باشم از تهی دستی خویش

۱۴

غم چند خوری بکار نا آمده پیش
رنج است نصیب مردم دور اندیش
خوش باش و جهان تنگ مکن بر دل خویش
کز خوردن غم قضا نگردد کم و بیش

۱۵

پندی دهمت اگر بمن داری گوش
از بهر خدا جامهٔ تزویر مپوش
عقبی همه روزه است و دنیا یکدم
از بهر دمی ملک ابد را مفروش

۱۶

یک یک هنرم ببین دگر ده ده بخش
هر جرم که رفت بر سر هم بخش
از باد هوا آتش کین را مفروز
ما را بسر خاک رسول الله بخش

۱۷

در کارگه کوزه گری بودم دوش
دیدم دو هزار کوزه گویا و خموش
هر یک بزبان حال با من گفتند
کو کوزه گر و کوزه خر و کوزه فروش

۱۸

تا کی بتقاضای من بود اند چه جوش
در کاسهٔ خویش ولی کنم دردی نوش
ای کوزه گرا گر از گلم کوزه کنی
آن کوزه بجز بمی فروشان مفروش

۱۹

آن می که حیات جاودانی است بنوش
سرمایهٔ لذت جوانی است بنوش
سوزنده چو آتش است لیکن غم او
سازنده چو آب زندگانی است بنوش

۲۰

ساقی! تو بهی ز روی فرخنده خویش
گر خنده زنان صبح ببیند چو گلست
حسن تو فرشته کرده شرمنده خویش
گرید بهزار دیده بر خنده خویش

۲۱

آن باده که لعل ناب می خوانندش
رطلی دو سه سنگین بمن آرید یکی
معمار دل خراب می خوانندش
خیر آب بود شراب می خوانندش

۲۲

نون است کشیده عارض موزونش
من خود دهنش چرا نگویم نقطه است
دان خال معنبر نقطی بر نونش
خط دائره کشیده پیرامونش

ردیف حرف (ع)

۱

ساقی! قدحی که می گدازیم چو شمع
اینست نسیمی که زپا ننشینیم
در آتش دل شب درازیم چو شمع
تا در هوس تو سر نبازیم چو شمع

ردیف حرف (ف)

۱

می در قدح انصاف که جانیست لطیف
لائق نبود هیچ کس آن همدم من
در کالبد شیشه روانیست لطیف
جز ساغر باده کان گرانیست لطیف

ردیف حرف ک تازی

هان صبح دمید و دامن شب شد چاک
می نوش هلا که صبح بسیار دمد
برخیز و صبوح کن چرائی غمناک
او روی بما کرده و ما روی بخاک

۲

روحے کہ منزّہ است ز آلایش خاک
آمد زدہ نوبت بہ بادیۂ ہستی بدرود

مہمان نو آمدا است از عالم پاک
زاں پیش کہ گوید النعم المدو مساک

۳

بس پیرہن عمر کہ ہر شب افلاک
ہر روز بسے زمانہ شاد و غمناک

بر دوختہ و گرد گریبانش چاک
از آب بر آورد ۔ فرو برد بخاک

۴

گر صلح نیابم ز فلک جنگ اینک
جام مئے لعل ارغواں رنگ اینک

ور نام نکو نباشدم ننگ اینک
آں کس کہ نخورد سر و سنگ اینک

۵

اے چرخ فلک زناں شناسی زنگک
از چرخ زنی ۔ دو شخص پوشیدہ شوند

پیوستہ مرا برہنہ سازی چو سمک
پس چرخ زنی بہ از تو اے چرخ فلک

۶

تا کے ز جفاہائے تو اے چرخ فلک
من سوختہ ام تمام و ہر لحظہ تو نیز

از بہر خدا جور کن آہستہ ترک
بر سوختہ می پراگنی سودہ نمک

۷

از آتش آخرت کجی داری باک
چوں بادِ اجل بہ باغ عمرت پاک شد

در آب ندامت نشدی ہرگز پاک
ترسم کہ ترا ز ننگ نپذیرد خاک

	۸	
گر گل نبود نصیب ما خار اینک در خرقه و خانقاه و شیخی نبود		ور نور بما نمی رسد نار اینک ناقوس و کلیسیا و زنار اینک
	ردیف حرف (ک فارسی)	
خیام با زمانه از کسے دارد ننگ مے خور تو در آبگینه با نالۂ چنگ	۱	کو در غم ایام نشیند دل تنگ زاں پیش که آبگینه آید بر سنگ
	ردیف حرف (ل)	
چند از غم و غصۂ جہاں فالا فال از سبزہ چو شد روئے زمیں میلا میل	۱	برخیز و بشادی گذراں حالا حال درکش مئے لال از قدح مالا مال۔
	۲	
بگذار دلا وسوسۂ فکر محال آزاد شو و مجرد و باده پرست		درکش قدح باده و بگذر ز ملال تا مرد شوی رسی بحد کمال
	۳	
ایں صورت کون جملہ نقشیست خیال بنشیں۔ قدح باده بنوش و خوش باش		عارف نبود هر که نداند ایں حال فارغ شو ازیں نقش و خیالات محال
	۴	
چوں باد بزلف او رسیدن مشکل گفتن بدیده روئے او نتواں دید		در اسپ غمش۔ عناں کشیدن مشکل گر دیده ما است دیده دیدن مشکل

۵

مے خور کہ نہ علم دست گیرد نہ عمل
آن طائفہ کہ از خرمی مئے نخورند
الّا کرم و رحمت حق عزّ و جل
از جملۂ انعام شمار ایسے اعقول

۶

با سرو قدے تازہ تر از خرمن گل
زان پیش کہ ناگہ شود از گرگ اجل
از دست مدہ جام مئے و دامن گل
پیراہن عمر تو چو پیراہن گل

۷

تا کے ز ابد حدیث و تا کے ز ازل
مے خور کہ شراب ناب را نیست بدل
بگذشت ز اندازۂ من علم و عمل
ہر مشکل را شراب گرداند حل

۸

مئے در کفِ من نِہ و برآور غلغل
بے نغمہ اگر روا بُوَد مئے خوردن
با نعرۂ عندلیب و صوت بلبل
مئے در سر شیشہ ہا نکرو قل قل

۹

از جرم حضیض خاک تا اوجِ زحل
بیرون جستم ز بند ہر مکر و حیل
کردم ہمہ مشکلات عالم را حل
ہر بند گشادہ شد مگر بندِ اجل

۱۰

اسرار حقیقت نشود حل بسوال
تا جان نکنی خون نخوری پنجہ سال
نہ نیز بدر باختن نعمت و مال
از قال ترا رہ نہ نمائند بجال

۱۱

اے دل مشنو نصیحتِ اہلِ عمل
گر بادۂ ناب عقل و دین راست خلل
گر راحتِ جان و قوتِ روحت باید
مے نوش به بوستان به گل بانگِ غزل

۱۲

در سر مگذار ہیچ سودائے محال
مے خور ہمہ سال ساغرِ مالامال
با دخترِ رز نشین و عیشے می کن
دختر بحلال بہ کہ مادر بحلال

۱۳

کس خلد و جحیم را ندیدست اے دل
گو کس کہ ازاں جہاں رسیدست اے دل
امید و ہراسِ ما بچیزیست کزاں
جز نام و نشانے نہ پدیدست اے دل

۱۴

ساقی! کہ رسد بوصلت از یاریٔ عقل؟
در خواب کہ بیندت ز بیداریٔ عقل؟
از بادۂ عشق گرچہ بدمستی زاد
بدمستیٔ عشق بہ ز ہشیاریٔ عقل؟

۱۵

ساقی! تو بحسنِ صورتی خرمنِ گل
من خارو لیک خارِ پیراہنِ گل
گل نیست ولے بوئے گل ہست عزیز
خارے کہ در آویختہ در دامنِ گل

۱۶

ساقی! قدحے دہ بمنِ سوختہ حال
وز دل بستاں تابِ مے کردہ حلال
گر برقِ وصال خرمنِ جملہ بسوخت
من سوختہ ام بحسرتِ برقِ وصال

ردیف حرف میم

(۱)

ساقی! قدحے بدہ کہ از غم رستم
زین پیش غمم بود کہ جان خواہم شست
در فکر تو۔ ز اندیشۂ عالم رستم
المنۃ للہ کہ ازاں ہم رستم

(۲)

ساقی! قدحے کہ کشتۂ جانانیم
ما را با جل چکار و با بخت چہ بحث
با مردن و زندگی از و می دانیم
از زندۂ وصل و کشتۂ ہجرانیم

۳

ساقی! نظرے کہ مستِ دیدارِ تو۔ اَم
دعوی نہ کنم کہ من خریدارِ تو۔ اَم
خود شاہدِ حالی کہ گرفتارِ تو۔ اَم
تو یوسف و من سگے ز بازارِ تو۔ اَم

۴

ساقی نظرے کہ ہمدم غم مائیم
ہر چند کہ عالمے ست محروم ز تو
محروم ز خورشید چو شبنم مائیم
محروم ترین خلقِ عالم مائیم

۵

ساقی قدحے کہ حلقہ در گوشِ تو ایم
لطفِ تو خطاء کاریِ مستان پوشد
دل زندہ بیادِ چشمۂ نوشِ تو ایم
شرمندۂ الطافِ خطاء پوشِ تو ایم

۶

ساقی! قدحے کہ عاشقِ روئے تو ام
تنہا نہ رخِ خوب کشد سوئے تو ام
مستِ خمِ زلف و طاقِ ابروئے تو ام
قلابِ محبت است ہر موئے تو ام۔

٧

ساقی! اِنظر از تو گر سوئے باغ کنم
گر آتشِ حسرتت بَرَم زیرِ زبان
باغ از اثرِ دلِ سیہ تر از زاغ کنم
چون لالہ ہمہ روئے زمین داغ کنم

٨

ساقی! قدحے کہ دل بدریا فگنم
ما را سر و تن گر نشود خاکِ رہت
چشمے سوئے آن نرگسِ شہلا فگنم
سر پیشِ سگان و تن بصحرا فگنم

٩

ساقی ز شرابِ شوق تا لبِ عنبر کیم
سوگند بخاکِ پائت اے سرو بلند
ور نہ چہ چیز باشد کہ نامِ تو بریم
گر خاکِ کفِ پائے سگت خاک کنیم

١٠

ساقی سخن از تو بہ کہ پنہان گفتیم
در کوئے مغان خوشیم با مغبچگان
مستیم و نظر بباغ و رضوان نکنیم
پروائے بہشت و حور و غلمان نکنیم

١١

ساقی! قدحے کہ من بہ بستان نروم
تا سر بود و دم قدم در این راہ نہم
بے روئے تو در روضۂ رضوان نروم
تا جان بود و دم ز کوئے جانان نروم

١٢

ساقی! اِنظرے بمن کن از لطفِ عمیم
آہوئے عشقی و شیر حشمی چہ کنم
بیمارِ تہی جانِ مرا ہیچو نسیم
جانِ من از این امید و بیم است دو نیم

۱۳

ساقی ز غم تو تا کے از دست شوم
عمریست کہ در خمار غم سوختہ ام
تا چند ز پامال ستم پست شوم
باز آ کہ بیک نظارہ ات مست شوم

۱۴

ساقی قدحے کہ از غم دل پیرم
بازم بچراغ روغنے ریز زمے
بے مے چو چراغ صبحدم می میرم
تا بارہ دگر زندگی از سر گیرم

۱۵

ساقی تو مرا سوختۂ من چہ کنم
مستم تو کنی وگر بہ رسوائی ھم
با شعلۂ من سوختہ خرمن چہ کنم
بازم تو سبوہی بگردن چہ کنم

۱۶

ساقی بانظرے کہ چون ترا بندہ ایم
شرمندۂ عالم ز رسوائی لیک
چون پیش تو در سجدہ سر افگندہ ایم
شکر ایست کہ از روئے تو شرمندہ ایم

۱۷

ساقی نظرے کز ہمہ دل سوز تر ایم
چون سایۂ ظلمت ایم دور از رخ تو
در ذرہ ز مہر حسرت اندوز تر ایم
ہر روز کہ می شود سیہ روز تر ایم

۱۸

ساقی نظرے کہ مستم و شیدا ایم
مست تو بسوئے کوثر و جنت و حور
دنیا بدو چو پیش من و عقبیٰ ھم
امروز نظر نمی کنند فردا ھم

۱۹

ما بی تو دمی شاد و بعالم نزدیم
بی شعلهٔ آه لب زهم نگشودیم
خوردیم بسی خون دل و دم نزدیم
بی قطرهٔ اشک چشم بر هم نزدیم

۲۰

ما حاصل عمر بر سر می بفروشیم
در یک دم اگر هزار جان [illegible]
صد خرمن شادی بغمی بفروشیم
در حال بخاک قدمی بفروشیم

۲۱

گفتم که دگر چشم بدلبر نکنم
دیدم که خلاف طبع موزون من است
صدقی شوقم و کوشش بنکنم
توبه کردم که توبه دیگر نکنم

۲۲

نه از سر کار با خلل می ترسم
خود هم ز کسی نیست که ز هستی ترسیم
نه نیز ز نقصان عمل می ترسم
از سابقهٔ روز ازل می ترسم

۲۳

هر چند که ... خلاف
دانی که سبب چراست ...

از هجر تو ای نگار ...
شمعی تو و پروانه ...

۲۵

[illegible] باده مباش تا توانی یک دم
کز باده شود عقل و دل و دین خرم
ابلیس اگر باده بخوردی یک دم
کردی دو هزار سجده پیش آدم

۲۶

تا کے ز جفاے ہر کسے ننگ کشیم
در ناکس روزگار زیر ننگ کشیم
خوش باش کہ ایام تراویح گذشت
عید است بیا تا مے گل رنگ کشیم

۲۷

ایزد چو نخواست آنچه من خواسته ام
کے گردد راست آنچه من خواسته ام
گر جمله صواب است که او خواسته است
پس جمله خطا ست آنچه من خواسته ام

۲۸

از خالق کردگار و ز رب رحیم
نومید مشو بجرم و عصیان عظیم
گر مست و خراب بوده باشی امروز
فردا بخشد بر استخوان ہاے رمیم

۲۹

گر من گنه [illegible] روے زمین کردستم
عفو تو امید است که گیرد دستم
[illegible] سفته [illegible] گفتم
عاجز تر ازین مخواه که اکنون هستم

[illegible] در دل ساغر شکنم
[illegible] هم [illegible] شکنم

۳۱

در راه تو تا اسپ طرب تاخته ایم
با عیش و طرب وسوسه نپرداخته ایم
قصه چکنم که باب فشتا ساخته ایم
در منزل درد و آشیان ساخته ایم

۳۲

یارب تو گلم سرشته من چکنم
وان پشم و قصب تو رشته من چکنم
هر نیک و بدی که از من آید بوجود
تو بر سر من نوشته من چکنم

۳۳

با نفس همیشه در نبردم چکنم
وز کرده خویشتن بدردم چکنم
گیرم که ز من درگذرانی بکرم
زین شرم که دیدی که چه کردم چکنم

۳۴

جانا من و تو نمونهٔ پرگاریم
سر گرچه دو کرده ایم یک تن داریم
بر نقطه روانیم کنون دایره وار
تا آخر کار سر بهم باز آریم

۳۵

این چرخ فلک که ما درو حیرانیم
فانوس خیال ازو مثالی دانیم
خورشید چراغ دان و عالم فانوس
ما چون صوریم کاندرو حیرانیم

۳۷

گویند مرا که می‌پرستم هستم
گویند مرا عارف و مستم هستم
در ظاهر من نگاه بسیار مکن
کاندر باطن چنانکه هستم هستم

۳۸

بر خود دیر کام دارند و به بستم
وز منت هر کس و ناکس وارستم
گر صوفی مسجدم و گر راهب دیر
من دانم و او چنانکه هستم هستم

۳۹

تا ظن نبری که من بخود موجودم
یا این رهِ خونخواره بخود پیمودم
چون بود حقیقت مرا از وی بود
من خود که بدم کجا بدم کی بودم

۴۰

یک باده بخورده ام و مستی تا هستم
امشب شب قدر است و من امشب مستم
لب بر لبِ جام و سینه بر سینهٔ خم
تا روز بگردنِ صراحی دستم

۴۱

۴۹

سر حلقهٔ رندان خرابات منم
افتاده به معصیت ز طاعات منم
آنکس که شب و روز از بادهٔ ناب
وز خون جگر گسسته مناجات منم

۵۰

من بی مے ناب زیستن نتوانم
بی جام کشیده بار تن نتوانم
من بندهٔ آن دمم که ساقی گوید
یک جام دگر بگیر و من نتوانم

۵۱

دنیا چو فناست من بجز فن نکنم
جز یاد نشاط و مے روشن نکنم
گویند خدا ترا ز مے توبه دهاد
او خود ندهد ور دهد من نکنم

۵۲

من ظاهر نیستی و هستی دانم
من باطن هر فراز و پستی دانم
با این همه از دانش خود بیزارم
گر مرتبهٔ ورای مستی دانم

۵۳

دیگر غم این گردش گردون نخوریم
جز بادهٔ صاف و مے گلگون نخوریم
مے خون جهان است و جهان خون ما
از [illegible] خونی خود [illegible]

٥٥

اے مفتیِ شہر از تو پرکار تریم
با این ہمہ مستی از تو ہشیار تریم
تو خونِ کسان خوری و ما خونِ رزان
انصاف بدہ کدام خونخوار تریم

٥٦

یک دست بمصحفیم و یک دست بجام
گہ مردِ حلالیم و گہے مردِ حرام
ماییم درین گنبدِ فیروزہ فام
نے کافرِ مطلق نہ مسلمانِ تمام

٥٧

من بادہ خورم ولیک مستی نکنم
بکشم قدح و دراز دستی نکنم
دانی غرضم ز مے پرستی چہ بود
تا ہمچو تو خویشتن پرستی نکنم

٥٨

در جستنِ جامِ جم جہان پیمودم
روزے ننشستم و شبے نغنودم
ز استاد چو وصفِ جامِ جم بشنودم
خود جامِ جہان نمائے جم می بودم

۶۱

در مسجد اگرچه با نیاز آمده‌ایم
حقا که نه از بهر نماز آمده‌ایم
زینجا روزی سجادهٔ دزدیدیم
آن کهنه شده است باز باز آمده‌ایم

۶۲

من در رمضان روزه اگر می‌خوردم
تا ظن نبری که بی‌خبر می‌خوردم
از محنت روزه روز من چون شب بود
پنداشته بودم که سحر می‌خوردم

۶۳

زین گونه که من کار جهان می‌بینم
عالم همه رایگان بران می‌بینم
سبحان الله بهرچه در می‌نگرم
ناکامی خویشتن در آن می‌بینم

۶۴

در دایرهٔ وجود دیر آمده‌ایم
وز پایهٔ مردمی بزیر آمده‌ایم
چون عمر نه بر مراد ما میگذرد
ای کاش سر آید که بسیر آمده‌ایم

۶۵

زنار تعصب بیا تا بفروشیم

۶۳

یک چند بکودکی باستاد شدیم
یک چند باستادی خود شاد شدیم
پایان سخن شنو که مارا چه رسید
از خاک برآمدیم و بر باد شدیم

۶۴

زان پیش که از زمانه تابی بخوریم
با یکدگر امروز شرابی بخوریم
کین پیک اجل بگاه رفتن ما را
چندان ندهد امان که آبی بخوریم

۶۵

ای دوست بیا تا غم فردا نخوریم
وین یکدم عمر را غنیمت شمریم
فردا که ازین دیر کهن درگذریم
با هفت هزار سالگان سربسریم

۶۶

شبها گذرد که دیده برهم نزنیم
تا پای نشاط بر سر غم نزنیم
خیزیم و دمی زنیم پیش از دم صبح
کین صبح بسی دمد که مادم نزنیم

۶۷

من باده تلخ تلخ و پیرست خورم
واندر رمضان در شب آدینه خورم
انگور حلال خویش در خم کرده
گو تلخ مکن "خدائے" تا من نخورم

۶۸

هر روز پگاه در خرابات شوم
همراه قلندران طامات شوم
چون عالم سرّ و الخفیات توئی
توفیقم ده تا بمناجات شوم

۷۹

از باده شود تکبر از سر ها کم
ابلیس اگر ز باده خوردی یکدم
وز باده شود گشاده بند محکم
کردی دو هزار سجده پیش آدم

۸۰

یک جو غم ایام نداریم خوشیم
چون پخته بما نرسد از مطبخ غیب
گر چاشت بود شام نداریم خوشیم
از کس طمع خام نداریم خوشیم

۸۱

در میکدهٔ عشق نیازی دارم
انکه ز مئے عشق طهارت کرده
با شمع رخش سوز و گدازی دارم
با روی بت خویش نمازی دارم

۸۲

پیوسته ز گردش فلک غمگینیم
علمے نه که از سر جهان برخیزیم
با طبع خسیس خویشتن در کینیم
عقلے نه که فارغ از جهان بنشینیم

۸۳

تا چند اسیر عقل هر روزه شویم
در ده تو بکاسه می از آن پیش که ما
در دهر چه صد ساله چه یکروزه شویم
در کارگه کوزه گران کوزه شویم

۸۴

تا چند ملامت کنی ای زاهد خام
تو در غم تسبیح و ریا و تلبیس
مارند خراباتی و مستیم مدام
ما با مئے و مطرب و معشوقه بکام

۹۷

گل گفت کہ من یوسف مصر چمنم
یاقوت گرانمایۂ پر زر دہنم
گفتم چو تو یوسفی نشانے بنمائے
گفتا کہ بخون غرق نگر پیرہنم

۹۸

با زلف تو گر دست درازی کردم
از روئے حقیقت نہ مجازی کردم
در زلف تو دیدم دلِ دیوانۂ خویش
من با دلِ خویش دست بازی کردم

۹۹

چندانکہ ز خود نیست ترم مست ترم
ہر چند بلند پایہ تر پست ترم
زین طرفہ تر آنکہ از شرابِ ہستی
ہر لحظہ کہ ہشیار ترم مست ترم

۱۰۰

صبح است دمے بر مئے گلرنگ زنیم
وین شیشۂ نام و ننگ بر سنگ زنیم
دست از املِ درازِ خود باز کشیم
در زلف دراز و دامن چنگ زنیم

۱۰۱

آن بہ کہ ز جام و بادہ دل شاد کنیم
وز نا مدہ و گذشتہ کم یاد کنیم
این عاریتی رواقِ زندانی را
یک لحظہ ز بندِ عقل آزاد کنیم

۱۰۲

روزے کہ بکوئے کوزہ گر میسازم
خود را بمیان کوزہ ہا مے شمرم
زان پیش کہ گل بکوزہ گر ہا بہ برم
شاید کہ کنند کوزہ یکے بادہ خورم

۱۰۳

آن لحظه که از اجل گریزان گردم
چون برگ ز شاخ عمر ریزان گردم
عالم ز نشاط دل بغربال کنم
زان پیش که خاک خاکبیزان گردم

۱۰۴

یک روز ز بند عالم آزاد نیم
یک دم زدن از وجود خود شاد نیم
شاگردی روزگار کردم بسیار
در کار جهان هنوز استاد نیم

ن - یک لحظه

۱۰۵

گر در کبری چگونه پرواز کنم
با عشق تو لی چگونه آغاز کنم
یک لحظه ز سنگ دیده می نگدازد
تا چشم بروی دیگری باز کنم

۱۰۶

آن آه که پیش هیچ محرم نزنم
وان دم که به پیش هیچ همدم نزنم
گویا بهم که جز تو کسی می شنود
حقا که بمیرم از دم و دم نزنم

۱۰۷

من گوهر خود بقیمت کم ندهم
درد تو به صد هزار مرهم ندهم
خاک در تو به ملکت جم ندهم
یک موی ترا بهر دو عالم ندهم

۱۰۸

هنگام گل است اختیاری بکنم
وانکه بخلاف شرع کاری نکنم
با سبز خطان لاله رخی روزی چند
بر سبزه ز جرعه لاله زاری نکنم

۱۰۹

دشمن بغلط گفت که من فلسفیم
ایزد داند که آنچه او گفت نیم
لیکن چو درین غم آشیان آمده‌ام
آخر کم ازان که من بدانم که کیم

ردیف حرف (ن)

۱

اسرار ازل را نه تو دانی و نه من
وین حرف معما نه تو دانی و نه من
هست از پس پرده گفتگوی من و تو
چون پرده بر افتد نه تو مانی و نه من

۲

حق جان جهان ست و جهان جمله بدن
واصناف ملائکه حواس آن تن
افلاک عناصر و موالید اعضا
توحید همین است و دگرها همه فن

۳

هر روز ز گردش تو ای چرخ کهن
نخل طربم بر کند از بیخ و بن
وین طرفه که نااهل تو از دام که است
کس نیست که گوید تو چنین ست مکن

۴

ای چرخ همیشه در ستیزی با من
در صلح چه ماند کان نکردم با تو
دوران دگر کسی و دردی با من
در جنگ چه بود کان نکردی با من

۵

برخیز و مخور غم جهان گذران
در طبع جهان اگر وفائی بودی
خوش باش و دمی بشادمانی گذران
نوبت بتو خود نیامدی از دگران

۶

نیک است بنام نیک مشهور شدن
مخمور ببوی آب انگور شدن
عار است ز جور چرخ رنجور شدن
به زانکه بزهد خویش مغرور شدن

۷

بر سینهٔ غم پذیر من رحمت کن
بر پای خرابات رو من بخشا
بر حال دل اسیر من رحمت کن
بر دست پیاله گیر من رحمت کن

۸

نتوان دل شاد را بغم فرسودن
در دهر که داند که چه خواهد بودن ؟
وقت خوش خود بسنگ محنت سودن
می باید و معشوق و بکام آسودن

۹

کس نیست درین گفت و شنو همدم من
بی گریه چو نیست دیدهٔ پرنم من
شد نالهٔ من همنفس و محرم من
من سر بنهم تا بسر آید غم من

	۱۰	
مسکین دلِ دردمندِ دیوانهٔ من		ہشیار نشد ز عشقِ جانانهٔ من
روزے که شرابِ عاشقی می دادند		در خون جگر زدند پیمانهٔ من
	۱۱	
قومے متفکر اند در مذہب و دین		جمعے متحیر اند در شک و یقین
ناگاه منادئی بر آید ز کمین		کاے بیخبران راه نه آنست نه این
	۱۲	
اے گشته شب دراز بد بیناگران		اندیشه نمی کنی تو از روزِ گران
آخر نفسے به بین و باز آے بخود		کایام چگونه می کند با دگران
	۱۳	
گویند زمے مرا که کمتر خور ازین		آخر بچه عذر برنداری سر ازین
عذرم رخِ یار و بادهٔ صبحدم است		انصاف بده چه عذر روشن تر ازین
	۱۴	
گر بر فلکم دست بدے یزدان		برداشتمے من این فلک را ز میان
از نو فلکے دگر چنان ساختمے		کآزاده بکامِ او رسیدے آسان
	۱۵	
بشنو ز من اے زبدهٔ یارانِ کہن		اندیشه مکن زین فلکِ بے سر و بن
بر گوشهٔ عرصهٔ قناعت بنشین		بازیچهٔ چرخ را تماشا می کن ۔

۱۶

شرمت ناید ازین تباهی کردن
زین ترک اوامر و نواهی کردن
گیرم که سراسر این جهان ملک تو شد
جز آنکه رها کنی چه خواهی کردن

۱۷

تو آمدهٔ بپادشاهی کردن
با خویشتن آ ازین تباهی کردن
چیزی نه بدی دی و نباشی فردا
پیداست که امروز چه خواهی کردن

۱۸

خواهی به نهد پیش تیغ گردون گردن
کار تو بود همیشه جان پروردن
هیچ منت اعتقاد باید کردن
می خوردن و اندوه جهان ناخوردن

۱۹

این چشمه پیاله بین بجان آبستن
همچون سمنی بار غوان آبستن
نی نی غلطم که باده از غایت لطف
آبیست بآتش روان آبستن

۲۰

مشنو سخن زمانه ساز آمدگان
می گیر مروق ز طراز آمدگان
رفتند یگان یگان فراز آمدگان
کس می ندهد نشان باز آمدگان

۲۱

گاویست بر آسمان قرین نامش پروین
یک گاو دگر نهفته در زیر زمین
چشم خردت گشا چون اهل یقین
زیر و زبر دو گاو مشتی خر بین

۲۲

برموجبِ عقل - زندگانی کردن
شاید کردن - ولے ندانی کردن
استادِ تو روزگارِ چابک دست است
چندان بسرت زند کہ دانی کردن

۲۳

دوش از سرِ روح از صفا دلِ من
در میکدہ آن روح فزائے دلِ من
جامے من آورد کہ بستان و بنوش
گفتم "نخورم" گفت "برائے دلِ من"

۲۴

اے آنکہ توئی خلاصۂ کون و مکان
بگذار وسوسۂ سود و زیان
یک جامِ مے از ساقی باقی بستان
تا باز رہی تو از غمِ ہر دو جہان

۲۵

چون حاصلِ آدمی درین شورستان
جز خوردنِ غصہ نیست و رنجِ دل و جان
خرم دلِ آنکہ زین جہان زود برفت
و آسودہ کسے کہ خود نیامد بجہان

۲۶

از گردشِ این دائرۂ بے پایان
برخورداری دو نوع مردم را دان
یا باخبری تمام - از نیک و بدش
یا بے خبری از خود و از کارِ جہان

۲۷

جانہا ہمہ آب گشت دلہا ہمہ خون -
تا چیست حقیقت از پسِ پردہ برون
اے با علمت خرد و گردون دون
از تو دو جہان پر و تو از ہر دو برون

۲۸

مے خوردن و گرد گل رخان گردیدن
بہتر ز ہزار بار زاہد ورزیدن
گر مردم مے خوار بدوزخ باشند
پس روئے بہشت را کہ خواہد دیدن؟

۲۹

دانی کہ چرا است توبہ نا کردن من
زیرا کہ حرام نیست مے خوردن من
بر اہل مجاز است بہ تحقیق حرام
مے خوردن اہل راز - بر گردن من

۳۰

تا کے غم آن خورم کزین دیر کہن
احوال مرا نہ سر پدید است و نہ بن
زان پیش کہ رخت زین سرا بر بندم
ساقی بدہم مئے کہ ہمین ست سخن

۳۱

صیاد رہ حدیث نخچیر مکن
چیزے کہ نخواندۂ تو تفسیر مکن
چون پیر حقیقت از تو معنی طلبد
از دیدہ بکن روایت از پیر مکن

۳۲

احوال جہان بر دلم آسان می کن
و افعال بدم ز خلق پنہان می کن
امروز خوشم بدار و فردا با من
آنچہ از کرم تو می سزد آن می کن

۳۳

یارب! ز قبول و ز ردم باز رہان
مشغول خودم کن از خودم باز رہان
تا ہشیارم ز نیک و بد می دانم
مستم کن و از نیک و بدم باز رہان

۳۴

در دامن این چرخ تو انگشت مزن	با یار تو سر نیک گریبان بر کن
دستی که زبانه را نشاید بر دن	کوته مکن از دست که دراز است سخن

۳۵

دارم ز جفای فلک آئینه گون	وز گردش روزگار خس پرور دون
از دیده رخی همچو پیاله پر اشک	در سینه دلی همچو صراحی پر خون

۳۶

رندی دیدم نشسته بر خنگ زمین	نه کفر و نه اسلام نه دنیا و نه دین
نی حق نه حقیقت نه شریعت نه یقین	اندر دو جهان کرا بود زهره این

۳۷

تا بتوانی خدمت رندان می کن	و افعال بد از جمیع پنهان می کن
بشنو سخن راست ز عمر خیام	می می خور و ره می زن و احسان می کن

۳۸

آن را که وقوف است بر احوال جهان	شادی و غم و رنج بر وی شد آسان
چون نیک و بد جهان بسر خواهد شد	خواهی همه درد باش و خواهی درمان

۳۹

روزی که گذشته است ازو یاد مکن	فردا که نیامدست فریاد مکن
برنامده و گذشته بنیاد منه	حالی خوش باش و عمر بر باد مکن

۴۰

اکنون کہ زند۔ ہزار دستان دستان
برخیز و بیا کہ گل بشادی می گفت
جز بادۂ لعل از کفِ مستان مستان
روزے دو سہ۔ وا از خود زبستان بستان

۴۱

در چشمِ پیالہ جان روان است روان
در آبِ فسردہ۔ آتشِ سیّال است
در رُوحِ مجسّم آن روان است روان
در درجِ بلورِ لعل کان است روان

۴۲

روزے کہ مقدّسانِ خاکی مسکن
چوں لالہ بخونِ مژہ۔ آلودہ کفن
گردند سوار بانہ بر مرکبِ تن
از خاکِ سرِ کوی تو برخیزم من

۴۳

زین گنبدِ گردندہ بد اقبالی بین
تا بتوانی تو یک نفس خود را باش
وز جملۂ دوستان۔ جہاں خالی بین
فردا مطلب۔ گزار۔ دی خالی بین

۴۴

ساقی! تو بمستی گواہِ دلِ من
جز آرزوے تو در دلم حاصل نیست
کاندم کہ ز خود نبود دلِ غافلِ من
این بس بود از ہر دو جہاں حاصلِ من

۴۵

ساقی! قدحے دہ و دل از غم برہاں
وابستہ چو خضریم ز ہر قید کہ ہست
جانرا ز خیالِ ہر دو عالم برہاں
وز قیدِ حیاتیم از این ہم برہاں

۴۶

ساقی! نظرے بعاشقِ محزون کن
رحمے بدلِ شکستهٔ پرخون کن
آبے بچشان ز کوثرِ وصل مرا
وین دوزخِ حسرت از دلم بیرون کن

۴۷

ساقی! قدحے که مست آگاهم من
بیگانه و خویش و با تو همراهم من
گیرم که بدیگران دو عالم بخشی
خود زانِ منی دگر چه می خواهم من

۴۸

ساقی! غمِ دل کجا خورد جانِ حزین
مے ده که بریده ام دل از خلدِ برین
دل با غمِ جانان بودش یا غمِ دین
گر هر دو طلب کند نه آنست و نه این

۴۹

ساقی! دلِ من بسوخت نظر با من کن
چشمے فگن و گلخنِ من گلشن کن
مُردم چه چراغِ سحر اے شمعِ مراد
یک بار دگر چراغِ من روشن کن

۵۰

ساقی! همه خم طعنه شد هستیِ من
در خاک فرو رفت دل از پستیِ من
خواهم که چنان گم شوم از ملکِ وجود
کز هر دو جهان محو شود هستیِ من

۵۱

اے زاهدِ خود بین - رخِ نیکو بین
محراب گذار طاقِ ابروئے ببین
تا کے ز کتاب لاف اے دانشمند
بگذار کتاب و صفحهٔ روئے ببین

۵۲

آنها که همی دهند از دیده نشان — در سجّر تحیّر اند و در عین گمان
راز یست نهان ز دیدهٔ آدمیان — آن را که نمود ند چه بستند زبان

۵۳

شد دیده بعشق رهنمون دل من — تا گشت پر از عشق درون دل من
زنهار اگر دلم نماند روزے — از دیده طلب کنید خون دل من

۵۴

تو اوّل همه راستی نمودی با من — آخر همه دشمنی فزودی با من
نومید نیم ز بخت برگشتهٔ خود — باشد که چنان شوی که بودی با من

۵۵

در عالم خاک از کران تا بکران — چندانکه نظر کنند صاحب نظران
حاصل ز جهان بے وفا چیزے نیست — الا مئے ناب و عارض خوش پسران

ردیف حرف (و)

از آمدن و رفتن ما سودے کو — وز تار امید عمر ما پودے کو
در چنبر چرخ جان چندین پاکان — می سوزد و خاک می شود دودے کو

۳

بردار پیاله و سبوے دلجو — برگیر بگرد سبزه زار و لب جو
کین چرخ بسے قد بتان مه رو — صد بار پیاله کرد و صد بار سبو

۳

ای آب حیات مضمر اندر لب تو — مگذار که بوسد لب ساغر لب تو

گر خون صراحی نخورم مرد نیم — او خود که بود که لب نهد بر لب تو

۴

آن قصر که بر چرخ همی زد پهلو — بر درگه او شهان نهادندی رو

دیدیم که بر کنگرهٔ اش فاخته‌ٔ — بنشسته همی گفت که "کوکو - کوکو"

۵

یاقوت لبی لعل بدخشانی کو — وان راحت روح و راح ریحانی کو

مے گرچه حرام در مسلمانی شد — تو می خور و غم مخور مسلمانی کو

۶

چون باده خوری ز عقل بیگانه مشو — مدهوش مباش و جهل را خانه مشو

خواهی که مئے لعل حلالت باشد — آزار کسے مجو و دیوانه مشو

۷

در دیدهٔ تنگ مور نور است از تو — در پائے ضعیف پشه زور است از تو

ذات تو سزا است هر خداوندی را — هر وصف که ناسزاست دور است از تو

۸

روزے که بود وقت هلاک من و تو — از تن ببرد روان پاک من و تو

از بس که نباشیم درین چرخ کبود — مه دیده تابد بر سر خاک من و تو

۹

آنم کہ پدید گشتم از قدرت تو
صد سال بامتحان گنہ خواہم کرد
پروردہ شدم بناز در نعمت تو
یا جرم من است بیش یا رحمت تو

۱۰

اے رفتہ بچوگان قضا ہمچون گو
کانکس کہ ترا فگند اندر تگ و پو
چپ می‌خور و راست می‌رو و ہیچ مگو
او داند و او داند و او داند او

۱۱

این چرخ فلک بہر ہلاک من و تو
بر سبزہ نشین- پیالہ کش- دیر نماند
قصدے دارد بجان پاک من و تو
تا سبزہ برون دمد ز خاک من و تو

۱۲

ماییم خریدار مئے کہنہ و نو
گفتی کہ پس از مرگ کجا خواہی رفت
وانگاہ فروشندہ بہشت بدو جو
مے پیش من آر و ہر کجا خواہی رو

۱۳

چون رفت ز جسم جوہر روشن تو
آئینہ درو شد و ہیچ کس نشناسد
با جنس دگر گزین کند مسکن تو
تا زیر زمین چہ می رود بر تن تو

۱۴

از تن چو برفت جان پاک من و تو
وانگہ ز برائے خشت گور دگران
خشتے دو نہند در مغاک من و تو
در کالبدے کشند خاک من و تو

۱۵

گر باخردی تو حرص را بستہ مشو
در پای طمع خام سرافگندہ مشو
چون آتش تیز باش چون آب روان
چون خاک بهر باد پراگندہ مشو

۱۶

ناکردہ گناہ در جہان کیست بگو
آنکس کہ گناہ نکرد چون زیست بگو
من بد کنم و تو بد مکافات دہی
پس فرق میان من و تو چیست بگو

۱۷

شد از ہمہ ناکسان نہان داری تو
راز از ہمہ ابلہان نہان داری تو
بنگر کہ میان مردمان کار تو چیست
چشم از ہمہ مردمان نہان داری تو

۱۸

ای زندگی تن و توانم ہمہ تو
جانی و دلی ای دل و جانم ہمہ تو
تو ہستی من شدی ازانم ہمہ تن
من نیست شدم در تو ازانم ہمہ تو

۱۹

ای دل ز غم جہان گرگشتہ خون شو
یا ساکن عشوہ خانہ گردون شو
دانی چہ کنی چو نیست سامان مقام
انگار درون نیامدی بیرون شو

۲۰

ساقی اگر از لطف دل آراستی تو کو
جام می و نقل عشرت افزاستی تو کو
گفتیم کہ ما دور ز وصل تو نہ ایم
لطف تو کجا رفت کہ پیمان تو کو

۴۱

چون جاه و جلال و حسن و رنگ آید و بو
آن کس که نه راست طبع باشد نه نکوست
آخر دل آدمی نه سنگ ست و نه روی
فی عاشق کس بود نه کس عاشق او

ردیف حرف (ہ)

۱

تن در غم روزگار بے داد مده
دل جز بسر زلف پریزاد مده
ما را ز غم گذشتگان یاد مده
بے باده مباش و عمر بر باد مده

۲

در مجلس عشاق نشستیم همه
از باده شوقش قدحے نوشیدیم
از محنت ایام برستیم همه
آزاده و آسوده و مستیم همه

۳

اے یار ز روزگار باش آسوده
چون کسوت عمر ہست چاک شود
واندوه زمانه کم خور از بیهوده
چه کرده و چه گفته و چه نا بوده

۴

فریاد که عمر رفت به بیهوده
فرموده نا کرده سیه رویم کرد
هم لقمه حرام و هم نفس آلوده
فریاد نکرده ہائے نا فرموده

۵

اندیشه عمر بیش از شصت مکن
زان پیش که گل سرت کوزه کنند
هر جا که قدم نهی بجز مست منه
رو کوزه فروش و کاسه از دست منه

۶

چند از پی حرص و آز ای فرسوده — تا چند دوی گرد جهان بیهوده

رفتند و روند و هم بیایند و روند — یک دم بمراد خویشتن نابوده

۷

با عاشق و مست و می پرستیم همه — در کوی خرابات نشستیم همه

بگذشته ز قبح و حسن و از وهم و خیال — از ما مطلب هوش که مستیم همه

۸

یک جرعه می کهنه ز ملکی نو به — وز هر چه نه در طریق بیرون شو به

جامی هست به از ملک فریدون صد بار — خشت سر خم ز تاج کیخسرو به

۹

روزی بینی مرا تو مست افتاده — در حلقهٔ زلف بت پرست افتاده

دستار ز سر قدح ز دست افتاده — در پای تو سر نهاده مست افتاده

۱۰

نقشیست که بر وجود من ریخته — صد بوالعجبی ز من برانگیخته

من زان به از این نمی توانم بودن — کز بوته مرا چنین فرو ریخته

۱۱

هر توبه که کردیم شکستیم همه — بر خود در نام و ننگ بستیم همه

عیبم مکنید اگر کنم بی خردی — کز بادهٔ عشق مست هستیم همه

۱۲

اے من در مئے خانہ بسلت رفتہ
ترک بد و نیک ہر دو عالم گفتہ
گر ہر دو جہان چو گوئے افتد بگوشئے
بر من بجوئے چو مست باشم خفتہ

۱۳

ہر روز برانم کہ کنم شب توبہ
از جام و پیالۂ لبالب توبہ
اکنون کہ رسید وقت گل ترکم دہ
در موسم گل ز توبہ یارب توبہ

۱۴

اے بے خبر از کار جہان ہیچ نہ
بنیاد دمہ باد و ست ازان ہیچ نہ
شد حاصل وجود در میان دو عدم
اطراف بود تو در میان ہیچ نہ

۱۵

این چرخ چو طاس سرنگون افتادہ
در وے ہمہ زیرکان زبون افتادہ
در دوستی شیشہ و ساغر نگرید
لب بر لب و در میان خون افتادہ

۱۶

جانا! ز کرم دست بر خاستۂ
کز طلعت خویش ماہ را کاستۂ
خوبان جہان بہ عید رو آرایند
تو عید بروئے خویش آراستۂ

	۱۷	
پیرے دیدم بخواب مستی خفته مے خورده و مست خفته و آشفته		وز گرد و غبار خانۂ تن رفته الله لطیف بعباده گفته
	۱۸	
غرّه چه شوی بمسکن و کاشانه هم خوابۂ بادی و نوا فروزی شمع		هر عمر که هست حاصلش افسانه بر ره گذر سیل چه سازی خانه
	۱۹	
دل دست بطرّۂ طرب ناورده افسوس بسر رسیده روز عمرم		جام مے خوشدلی بلب ناورده روزیم براه دل بشب ناورده
	۲۰	
آن بادۂ خوشگوار بر دستم نه وان مے که چو زنجیر بپیچد بر خود		وان ساغر چون نگار بر دستم نه دیوانه شدم بیار بر دستم نه
	۲۱	
ساقی لب بیهوشی مے تاب اندر ده مستیم و خراب در خرابات فنا		مستان شراب را شراب اندر ده آوازه بعالم خراب اندر ده
	۲۲	
دانی ز چه روست او فتاده چه بود؟ سوسن دارد ده زبان و لیکن خاموش		آزادی سرو و سوسن اندر افواه وان راست دو صد دست و لیکن کوتاه

۲۴

دنیا بمراد رانده گیر آخر چه؟
وین نامۂ عمر خوانده گیر آخر چه؟
گیرم که بکام دل بماندی صد سال
صد سال دگر بمانده گیر آخر چه؟

۲۵

گویند حشیش بهر دل تنگی به
وز جام شراب نغمۂ چنگی به
در مذهب کاہلان چنین نابدرست
یک جرعۂ مے از خوردن صد بنگی به

۲۶

اے رفته و باز آمده و خم گشته
نامت ز میان مردمان گم گشته
ناخن همه جمع آمده و سم گشته
ریشت ز عقب در آمده دم گشته

۲۷

گر اسپ و یراق ہست و گر فیروزه
مغرور مشو بہ دولت دہ روزہ
از قہر فلک ہیچ کسے جان نبرد
امروز سبو شکست و فردا کوزه

۲۸

از درس علوم جمله بگریزی به
واندر سر زلف دلبر آویزی به
زان پیش که روزگار خونت ریزد
تو خون قرابه در قدح ریزی به

۲۹

بنگر ز صبا دامن گل چاک شده
بلبل ز جمال گل طربناک شده
ہین بادہ خورید کاے بسا گل کز باد
بر خاک فرو ریزد و بر خاک شده

۳۰

از هر چه بجز حق است - کوتاهی به
مستی و قلندری و گمراهی به -
می هم ز کف بتان خرگاهی به
یک جرعه می ز ماه تا ماهی به

۳۱

مائیم بلطف حق تولا کرده
آنجا که عنایت تو باشد - باشد
وز طاعت و معصیت تبرا کرده
ناکرده چو کرده - کرده چون ناکرده

۳۲

تا چند ز مسجد و نماز و روزه
خیام بخور باده که این خاک ترا
در میکده ها مستی از دریوزه
گه جام کنند و گه سبو گه کوزه

۳۳

جانیست درین راه خطرناک شده
بس رهگذری که بگذرد برمن و تو
تن زیر زمین ز نیک و بد پاک شده
ما بی خبر از هر دو جهان خاک شده

۳۴

ای نیک نکرده و بدی ناکرده
بر عفو مکن تکیه که هرگز نبود
آنگاه بلطف حق تولا کرده
ناکرده چو کرده - کرده چون ناکرده

۳۵

ای ذره بندگیت یکسان که و مه
نکبت ز تو ستانی و سعادت تو دهی
در هر دو جهان خدمت درگاه تو به
یارب تو بفضل خویشتن نان بده

۳۶

از آتش و باد و آب و خاکیم همه
تا تن با ماست در جفاییم همه
در عالم کون و در بلاییم همه
چون تن برود روان پاکیم همه

۳۷

ساقی! چو مرا عشق تو داغی داده
مهر تو چراغ راه من تنها نیست
از تابش دو عالم فراغی داده
خورشید بهر ذره چراغی داده

۳۸

ما را سپهر تیر بلا ساخته
ای دوست بجز وفا چه دیدی از من
هر گه نفسی بمن نپرداخته
گر چشم عنایتم بینداخته

۳۹

روزی که دو سه شد که بنده نه نواخته
زان می ترسم که دشمنان اندیشند
واندیشه بدگر با نپرداخته
گر چشم عنایتم بینداخته

۴۰

ساقی! قدحی که کارسازست همه
عمری بنیاز و ناز و طاعت مفروش
ور رحمت خود بنده نوازست همه
کز طاعت خلق بی نیازست همه

۴۱

گفتی در تکیه اگر صهبا توبه
وقت گل و یار ساقی و مجلس شب
ترسم که در عالم نروی با توبه ها
وانگاه ز رحمتی توبه، خدایا! توبه

۴۲

تو لایق نکته های باریک نه
من فاسقم و از در حق دور نیم
جز ور خور گوهر تنگ و تاریک نه
مسکین تو که زاهدی و نزدیک نه

۴۳

من ترکِ همه گیرم و ترکِ مَی نه
آیا بود اینکه من مسلمان گردم
از جمله گزیر باشدم از وی نه
بس ترکِ میِ مغانه وانی نه

۴۴

تا کی غم آن خورم که دارم یا نه
پرکن قدح باده که معلومم نیست
زین عمر بخوشدلی گذارم یا نه
کین دم که فرو برم برآرم یا نه

ردیف حرف (یا)

۱

با می و معشوق و صبوح ای ساقی
تا کی خوانی قصهٔ نوح ای ساقی
از ما نبود توبهٔ نصوح ای ساقی
پیش آر سبک راحت روح ای ساقی

۲

در ده میِ لعل مشکبو ای ساقی
یک کوزه می بده از آن پیش که دهر
تا باز رهیم ز گفتگو ای ساقی
خاکِ من و تو کند سبو ای ساقی

۳

زاهد نه بزهد کرد سودا ای ساقی
پرکن قدح باده تو زود ای ساقی
زیرا که عمل عیان نبود ای ساقی
کاندر ازل آنچه بود بود ای ساقی

۴

شمع است و شراب ماہتاب اے ساقی
شاہد ز شراب ہم خراب اے ساقی
از خاک برار این دلِ پر آتش را
بر باد بدہ بیار آب اے ساقی

۵

در دہ قدحے ز لعلِ ناب اے ساقی
برگیر ز آتشم بآب اے ساقی
تا عقل گریبانِ دلم خواہد دشت
دستِ من و دامانِ شراب اے ساقی

۶

ساقی چہ خوش آن نفس کہ زارم بکشی
جان بخشی و باز شمع وارم بکشی
چون زندگی از تو یابم اے آبحیات
خواہم کہ دمے ہزار بارم بکشی

۷

اے ساقیِ جان و سرِ آزاد کسے
چون ہست کہ ہرگز نکشی بادِ کسے
دستے کہ بدامانِ تو اے سرو رسد
درہم نرسد کہ می دہد دادِ کسے ؟

۸

ساقی ! قدحے کہ می کند غم سستے
از دل بنشان بآبِ مے گردِ غمے
چون کارِ جہان بفکرِ کس راست نشد
ما را برہان ز فکرِ بیہودہ دمے

۹

ساقی ! قدحے کہ ہست عالم نفسے
آن یک نفس آن بہ کہ شود صرفِ کسے
نیکانِ گلِ عالم اند و باقی خس و خسا
با شاخِ گلے نشین نہ با خار و خسے

	۱۶	
فردا که بنامهٔ سیاه خود درنگری بفروخته دین بدنیا از بی‌خردی		بس وسوسهٔ تحسر که بدندان ببری یوسف که بده درهم فروشی چه خری
	۱۷	
گیرم که به تقوی و خردمندی و رای با میل که طبع میکند چه توان کرد؟		از دائرهٔ عقل برون ننهم پای هیچست که در من آفرینند خدای
	۱۸	
در راه قناعت ار سپنجی داری از هرچه نه بر مراد تو خواهد بود		در هر قدم آراسته گنجی داری گر رنجه شوی ور از ره رنجی داری.
	۱۹	
گر دهر سراپا بلا بود خوش باشی در وقت خوشی همه کسان خوش باشند		این است طریق رندی و اوباشی شرط است که وقت ناخوشی خوش باشی
	۲۰	
گر شهره شوی به شهر شر الناسی به زان نبود گر خضر و الیاسی		در گوشه نشین شوی همه وسواسی کس نشناسد ترا تو کس نشناسی
	۲۱	
بشکفت شگوفه می بیار ای ساقی زان پیش اجل کمین کند روزی چند		دست از عمل زهد بدار ای ساقی جام می لعل و روشنی یار ای ساقی

۲۲

هنگام صبوح ست خروش ای ساقی
چه جای صلاح ست خموش ای ساقی
با ذوقی و کوشهٔ میفروش ای ساقی
بگذر ز حدیث زهد و نوش ای ساقی

۲۳

چون هست زمانه در شباب ای ساقی
هنگام صبوح قفل بر در زده ام
بر خیز بکف جام شراب ای ساقی
خیزد که بر آمد آفتاب ای ساقی

۲۴

آنها که به پیش رفته اند ای ساقی
رو باده خور و حقیقت از من بشنو
در خاک غرور خفته اند ای ساقی
باد است هر آنچه گفته اند ای ساقی

۲۵

چون می ندهد اجل امان ای ساقی
غم خوردن بیهوده نه کار دل ماست
در ده قدح شراب هان ای ساقی
با این دو سه روزه در جهان ای ساقی

۲۶

در سنگ اگر شوی چو نار ای ساقی
خاکیست جهان غزل بخوان ای مطرب
هم آب اجل کند گذار ای ساقی
بادیست نفس باده بیار ای ساقی

۲۷

تا چند زیاسین و برات ای ساقی
روزی که براتها بمیخانه برند
بنویس بمیخانه برات ای ساقی
آن روز بود شب برات ای ساقی

	۲۸	
صبح خوش و خرم است خیز ای ساقی		در شیشه بکن شراب از شب باقی
جامی بمن آر و خوش غنیمت می‌دان		این یکدم نقد را که فردا باقی
	۲۹	
زان کوزهٔ می که نیست در وی ضرری		پر کن قدحی بخور بمن ده دگری
زان پیشتر ای صنم که در رهگذری		خاک من و تو کوزه کند کوزه گری
	۳۰	
در ده می لعل لاله گون ای ساقی		بگشا ز حلق شیشه خون ای ساقی
کامروز برون ز جام می نیست مرا		یک دوست که پاک اندرون الباقی
	۳۱	
گر زانکه بدست افتدت از می دو منی		می خور تو بهر محفل و در هر انجمنی
کان کس که چنان کرد فراغت دارد		از سبلت چون توئی و ریش چو منی
	۳۲	
افتاده مرا با می و مستی کاری		خلقم ز چه می کند ملامت باری
ای کاش که هر کدام مستی کردی		تا من بجهان ندیدمی هشیاری
	۳۳	
هان تا بخرابات مجازی نائی		تا درد قلندری نسازی نائی
این ره ره مردان سرافرازان است		زنهار درین کوچه ببازی نائی

۳۴

گر دست دہد ز مغز گندم نانے
وز مے دو منے ز گوسپندے رانے
با ماہ رخے نشستہ در ویرانے
عیشے ست کہ نیست حد ہر سلطانے

۳۵

در کارگہ کوزہ گرے کردم رائے
در پایۂ چرخ دیدم استادہ بپائے
مے کرد سبو و کوزہ را دستہ و پائے
از کلۂ پادشاہ و ز دست گدائے

۳۶

اے از حرم ذات تو عقل آگہ نے
وز معصیت و طاعت ما مستغنی
مستم ز گناہ و ز رجا ہشیارم
امید ز رحمت تو دارم یعنی

۳۷

سازندۂ کار مردہ و زندہ توئی
دارندۂ این چرخ پراگندہ توئی
من گرچہ بدم صاحب این بندہ توئی
کس را چہ گنہ کہ آفرینندہ توئی

۳۸

اے چرخ دلم ہمیشہ غمناک کنی
پیراہن خرمی من چاک کنی
بادے کہ بمن رسد تو آتش کنی
آبے کہ خورم در دہنم خاک کنی

۳۹

خوش باش کہ پختہ اند سودائے تو دی
ایمن شدہ از ہمہ تمنائے تو دی
تو شاد بزی کہ بے تقاضائے تو دی
دادند قرار گاہ فردائے تو دی

۴۰

ابریق مئے مرا شکستی ربی
بر من در عیش را به بستی ربی
بر خاک بریختی مئے ناب مرا
خاکم بدهن مگر تو مستی ربی

۴۱

اے دل چو به بزم آن صنم بنشستی
از خویش بریدی و بدو پیوستی
از جام فنا چو جرعه نوشیدی
از بود و نبود آن بکلی رستی

۴۲

گه گشته نهان روے بکس ننمائی
گه در صور کون و مکان پیدائی
وین جلوه گری بخویشتن بنمائی
خود عین عیانی و خودی بینائی

۴۳

بر سنگ زدم دوش سبوے کاشی
سرمست بدم که کردم این اوباشی
با من بزبان حال میگفت سبو
من چون تو بدم تو نیز چون من باشی

۴۴

اے دل اگر از غبار تن پاک شوی
تو روح مجردی بر افلاک شوی
عرش است نشیمن تو شرمت بادا
کآئی و مقیم خطهٔ خاک شوی

۴۵

پیوسته ز بهر شهوت نفسانی
این جان شریف را همی رنجانی
آگاه نه که آفت جان تو اند
آنها که تو آرزوے ایشانی

۴۶

شخصی بزنی فاحشه گفتا مستی
هر لحظه بدام دیگری پابستی
گفتا شیخا هر آنچه گوئی هستم
اما تو چنانچه می نمائی هستی

۴۷

از مطبخ دنیا تو همه دود خوری
تا چند غم بوده و نابوده خوری
دنیا که بر اہل دین زیانیست عظیم
گر ترک زیان کنی همه سود خوری

۴۸

ای کوزه گرا بکوش گر ہشیاری
تا چند کنی بر گل آدم خواری
انگشت فریدون و سر کیخسرو
بر چرخ نهاده چه می پنداری

۴۹

ہنگام صبوح ای صنم فرخ پی
بر ساز ترانه و پیش آور می
کافگند بخاک صد ہزاران جم و کی
این آمدن تیر مه و رفتن دی

۵۰

چندانکه نگاه می کنم ہر سوئی
از سبزه بہشت است و ز کوثر جوئی
صحرا چو بہشت است ز دوزخ کم گو
بنشین به بہشت با بہشتی روئی

۵۱

چون واقفی ای پسر ز ہر اسراری
چندین چه خوری بیہوده تیماری
چون می نرود باختیار ست کاری
خوش باش درین نفس که ہستی باری

۵۲

گر هست ترا درین جهان دسترسی
پیش از من و تو بیازمودند بسی
هان تا نزنی بے مے و ساقی نفسے
دنیا نکند وفا برادر با کسے

۵۳

اے دهر بکرده هاے خود معترفی
نعمت بخسان دهی ز زحمت بکسان
در خانهٔ جور و ستم معتکفی
زین هر دو برون نیست خری یا خرفی

۵۴

زنهار کنون که می توانی بارے
کین مملکت حسن نماند جاوید
بردار ز خاطر عزیزان بارے
از دست تو هم برون رود یکبارے

۵۵

چون جنس مرا خاصه بداند ساقی
چون وا مانم برسم خود باده دهد
صد قفل ز هر نوع براند ساقی
ور حد خودم در گذراند ساقی

۵۶

بگیر ز خود حساب اگر باخبری
گوئی نخورم باده که می باید مرد
کاول تو چه آوردی و آخر چه بری
می باید مرد گر خوری ور نخوری

۵۷

پیرے دیدم بخانهٔ خمارے
گفتا مے خور که همچو من بسیارے
گفتم نکنی ز رفتگان اخبارے
رفتند و کسے باز نیامد بارے

۵۸

بر کوزه گرے پریر کردم گذرے
از خاک ہمی نمود ہر دم ہنرے
من دیدم اگر ندید ہر بے بصرے
خاک پدرم بر کف ہر کوزه گرے

۵۹

برگیر پیالہ و سبو اے دلجوے
بخرام بسوے سبزه زار و لب جوے
کین چرخ ز صورت بتان مه روے
صد بار پیالہ کرد و صد بار سبوے

۶۰

اے آنکہ نتیجۂ چہار و ہفتی
ور ہفت و چہار دائم اندر تفتی
مے خور کہ ہزار بار بیشت گفتم
باز آمدنت نیست چو رفتی - رفتی

۶۱

شاد آمدی اے اصل جانم کہ توئی
تو آمده و من نہ برانم کہ توئی
از بہر خدا نہ از برائے دل من
چندان مے خور کہ من ندانم کہ توئی

۶۲

اے بادۂ خوشگوار در جام ہمی
بر پائے خرد تمام بند و گرہی
ہر کس کہ ز تو خورد و دانش نرہی
تا گوہر او بر کف دستش ندہی

۶۳

بکشا درے کہ در گشاینده توئی
بنمائے رہے کہ رہ نماینده توئی
من دست بہ ہیچ دستگیرے ندہم
کایشان ہمہ فانی اند و پاینده توئی

۶۴

رو بی‌خبری گزین اگر با خبری	تا از کف مستان ازل باده خوری
تو بی‌خبری - بی‌خبری کار تو نیست	هر بی‌خبری را نرسد بی‌خبری

۶۵

ای چرخ همه خسیس را چیز دهی	گرمابه و آسیا و دهلیز دهی
آزاده بنان شب نشست که دکان ننهد	شاید که ازین فلک بانیز دهی

۶۶

چندین غم بیهوده مخور شاد بزی	واندر ره بیداد تو با داد بزی
چون آخر کار این جهان نیستی است	آن کار که نیستی تو آزاد بزی

۶۷

در باغ چو بار غوره تنش اول دی	شیرین زچه گشت وتلخ چون آمد می
از چوب نبشته گر کسی کرد رباب	وز نیشه چه گوئی که همی روید نی

۶۸

یارب بگشا در من از رزق دری	بی منت مخلوق رسان ماحضری
از باده چنان مست نگهدار مرا	کز بی‌خبری نباشدم درد سری

۶۹

گر آمدم بخود بدی نامدمی	ور نیز شدن بمن بدی کی شدمی
به زان نبدی که اندرین دیر خراب	نه آمدمی - نه شدمی - نه بدمی

۷۰

اے دل تو در اسرار معما نرسی
در نکتهٔ زیرکان دانا نرسی
اینجا ز مے و جام بهشتی می ساز
کانجا که بهشت است رسی یا نرسی؟

۷۱

خواهی که بنا دلِ بے غم یابی
یک چند اساس عمر محکم یابی
فارغ منشین ز خوردن بادهٔ دمے
تا لذت عمر خود دمادم یابی

۷۲

اے چرخ چه کرده ام بمن راست بگو
پیوسته مرا فگنده در تک و پو
نانم ندهی تا نبری کوے بکوی
آبم ندهی تا نه بری آب ز رو

۷۳

هان تا به ستان به زشتی نشوی
یا از در نیکوان به زشتی نشوی
مے خور که بخوردن و نخوردن مے
گر در خور دوزخی بهشتی نشوی

۷۴

خواهی که پسندیدهٔ انام شوی
مقبول قبول خاصه و عام شوی
اندر پے مومن و جهود و ترسا
بد گوئے مباش تا نکو نام شوی

۷۵

روزے که دلم به تنگ آئی یابی
در کنج دلم خسته رائی یابی
در بحر دو دیده ام اگر غوطه خوری
گر گم نشوی مردم آبی یابی

٧٦

در ده مے لعل لاله گون صافی
بکشا ز حلق شیشه خون صافی
کامروز برون ز جام مے نیست مرا
یکدوست که دارد اندرون صافی

٧٧

تا کے غم آن خورم که دارم یا نے
وین عمر بخوشدلی گذارم یا نے
پرکن قدح باده که معلومم نیست
کاین دم که فرو برم برآرم یا نے

٧٨

اے باده تو شربت من لالائی
چندان بکشم ترا ز روی شیدائی
کز دور مرا هر که به بیند گوید
اے خورده شراب از کجا مے آئی

٧٩

با درد قناعت کن و آزاد بزی
در بند تفاوتی مشو آزاد بزی
منگر به فزونی ز خود و غصه مخور
در کم ز خودی نگه کن و شاد بزی

٨٠

از دور پدید آمده ناپاک تنے
ور ز دود جهنم به تنش پیرهنے
بشکست صراحیم که عمرش کم باد
وانگه چو مے لطیف مردے چو منے

٨١

با من تو هر آنچه گوئی از کین گوئی
پیوسته مرا ملحد و بیدین گوئی
من خود مقرم هر آنچه گوئی هستم
انصاف بده ترا رسد کین گوئی

۸۲

از آمدن بهار و از رفتن دی
اوراق وجود ما همی گردد طی
می خور مخور اندوه که گفتست حکیم
غمهای جهان چو زهر و تریاقش می

۸۳

تا در تن تست استخوان و رگ و پی
از خانهٔ تقدیر منه بیرون پی
گردن منه ار خصم بود رستم زال
منت مکش ار دوست بود حاتم طی

۸۴

گر دست دهد زمین بجمله آباد کنی
چندان نبود که خاطری شاد کنی
گر بنده کنی بلطف آزادی را
بهتر که هزار بنده آزاد کنی

۸۵

گویند مخور می که بلاکش باشی
آن یکدمه کز شراب سرخوش باشی
این هست ولی ز هر دو عالم خوشتر
در روز مکافات بلاکش باشی

۸۶

از کبر مدار هیچ در دل هوسی
کز کبر بجائی نرسیدست کسی
چون زلف بتان شکستگی عادت کن
زان پیش که بگسلد ز تار نفسی

۸۷

تا کی ز غم زمانه محزون باشی
با چشم پر آب و دل پر خون باشی
خوش نوش و بعیش کوش و خوشدل میباش
زان پیش کزین دائره بیرون باشی

٩٤

ای آنکه خلاصهٔ چهار ارکانی — بشنو سخن از عالم روحانی
دیوی و ددی و ملک و انسانی — با تست هر آنچه می نمائی آنی

٩٥

هر چند ز دست دهر غمکش باشی — ور جور و جفای چرخ ناخوش باشی
زنهار ز دست ناکسان آب زلال — بر لب مچکان اگر در آتش باشی

٩٦

آن به که ز جام باده دل شاد کنی — وز نامده و گذشته کم یاد کنی
[illegible] — [illegible]

[illegible]

[illegible] — [illegible]
می باش بوقت بینوائی شاکر — تا عاقبت الامر نوائی یابی

٩٨

از دفتر عمر می گشودم فالی — ناگاه ز سوز سینه صاحب حالی
می گفت خوش آن کسی که در خانهٔ او — روزی است چو ماهی و شبی چون سالی

٩٩

اول بخودم چو آشنا می کردی — آخر ز خودم چرا جدا می کردی
چون ترک منت نبود از روز نخست — سرگشته بعالمم چرا می کردی

۱۰۰

آن مایہ ز دنیا کہ خوری یا پوشی
معذوری۔ اگر در طلبش می کوشی
باقی ہمہ رایگان نیرزد ہشدار
تا عمر گران مایہ بدان نفروشی

۱۰۱

من ترک ہمہ کردم و ترک مے نے
از جملہ گزیر باشدم از وے نے
امّا بود آنکہ من مسلمان گردم
پس ترک مے مغانہ کردم ہے ہے

۱۰۲

تن زن چو بزیر فلک بے باکی
مے نوش چو در جہان آفت ناکی
چون اوّل و آخرت بجز خاکی [illegible]
[illegible]

۱۰۳

گر شادی خویشتن زمان میدانی
[illegible]
در ماتم عقل خویشتن بنشین ہمہ عمر
می وا مصیبت کہ عجب نادانی

۱۰۴

ہنگام سفیدہ دم خروس سحری
دانی کہ چرا ہمی کند نوحہ گری
یعنی کہ نمودند در آئینۂ صبح
کز عمر شبے گذشت و تو بے خبری

۱۰۵

اے کاش کہ جائے آرمیدن بودے
یا این رہِ دور را رسیدن بودے
کاش از پئے صد ہزار سال از دلِ خاک
چون سبزہ امید بر دمیدن بودے

۱۰۶

اے سوختہ سوختہ سوختنی
وے آتش دوزخ از تو افروختنی
تا کے گوئی کہ بر عمر رحمت کن
حق را تو کجا بہ رحمت آموختنی

۱۰۷

اے دل مے و معشوق مکن در باقی
سالوس رہا کن و مکن زراقی
گر پیرو احمدی خوری جام شراب
زاں حوض کہ مرتضاش باشد ساقی

مطبوعہ جنرل ایجنسی روز بازار امرتسر